برصغیر کی تاریخ کی ایک بہادر اور نڈر
خاتون کے کارناموں پر مشتمل کتاب

چاند بی بی

اسلم راہی
ایم اے

عرض ناشر

ادارہ شمع بک ایجنسی کی عرصہ دراز سے یہ کوشش تھی کہ تاریخ پر چھوٹی چھوٹی اور مختصر کتابیں شائع کی جائیں۔ جن سے بچے بوڑھے اور جوان سب ہی استفادہ حاصل کر سکیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ تاریخ پر قلم کس سے اٹھانے کو کہا جائے کیونکہ ہمارے ہاں تاریخ کے نام پر کچھ ایسی کتب ملتی ہیں۔ جن میں سرے سے تاریخ نام کی کوئی چیز نہیں بس قصے کہانیاں یا رومانس بھر دیا گیا ہے۔

ادارہ کی نظر مشہور و معروف تاریخ داں اسلم راہی صاحب پر پڑی اور ہم نے ان سے رابطہ کیا اور مشہور و معروف مسلمان و غیر مسلم تاریخی شخصیات پر قلم اٹھانے کو کہا۔ وہ جلد ہی راضی ہو گئے۔ اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ ہم نے قوم کو تاریخ کا اصل چہرہ دکھایا ہے۔ اور تاریخ کو تاریخ ہی پیش کیا ہے۔ نا کہ من گھڑت قصے کہانیاں۔

ہمارے ادارے نے تقریباً 100 کے قریب تاریخی شخصیات پر کتب شائع کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ ان میں مشہور و معروف جلیل القدر سپہ سالار، بادشاہ، جرنیل، فاتح وغیرہ شامل ہیں اور ایسی غیر مسلم شخصیات کو بھی لیا گیا ہے۔ جن کے بغیر تاریخ نامکمل ہے۔ ان میں کچھ شخصیات ایسی بھی ہیں جنہیں پہلی بار کتابی صورت میں شائع کرنے کا اعزاز ہمارے ادارے کو حاصل ہو رہا ہے۔ مشہور و معروف شخصیات مثلاً صلاح الدین ایوبی، حیدر علی، ٹیپو سلطان، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، نور الدین زنگی، محمود غزنوی، موسیٰ بن نصیر،

الپ ارسلان، ملک شاہ سلجوقی، عماد الدین زنگی، خیر الدین باربروسا وغیرہ اس کے علاوہ چنگیز خان، ہلاکو خان، ہیلن آف ٹرائے، نپولین بوناپارٹ، سکندر اعظم، ہٹلر وغیرہ جیسی شخصیات کو بھی شامل کیا ہے۔ ہماری اس تاریخی سلسلے کی فہرست کافی طویل ہے۔

ہمارے ادارے نے وطن عزیز کے طالبعلموں کو تاریخ کی طرف لانے کی جو کوشش کی ہے اس میں ہمیں آپ کے تعاون کی سخت ضرورت ہے۔ اور ساتھ ہی ہم حکومت پاکستان سے بھی یہ گزارش کریں گے کہ وہ اس تاریخی سلسلے کو اسکولوں اور کالجوں کی سطح پر **سلیبس** کے طور پر شامل کرے۔

اسلم راہی صاحب کے خیالات سے آپ اختلاف تو کر سکتے ہیں مگر انکار نہیں۔ اختلاف کرنا ہر آدمی کا حق ہے اور ضروری نہیں کہ ہمارا ادارہ بھی مصنف کے تمام خیالات سے متفق ہو۔

مگر مصنف نے جس طرح تاریخ کو کھنگال کر مختصر صفحات میں پیش کیا ہے۔ اس کے لیے یہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ہم تاریخ سے منہ نہیں موڑ سکتے ہمیں تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ خدا کرے کہ ہم میں پھر صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، حیدر علی، ٹیپو سلطان اور نور الدین زنگی جیسی شخصیات جنم لیں۔ جو قومیں تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتیں، جو قومیں تاریخ کو پیچھے چھوڑ دیتی ہیں، جو قومیں تاریخ کو گزرا ہوا کل کہہ کر رد کر دیتی ہیں۔ وہ قومیں کبھی ترقی نہیں کرتیں۔ تباہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ آیئے ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خالد علی

چاند بی بی 1550ء میں احمد نگر میں پیدا ہوئی۔ باپ کا نام حسین نظام شاہ تھا جو احمد نگر کا حکمران تھا ماں کا نام ملکہ خونزہ تھا۔ اس کی شادی صرف چودہ سال کی عمر میں بیجاپور کے حکمران علی عادل شاہ سے ہوئی۔ شادی جن حالات میں ہوئی وہ بھی عجیب وغریب تھے، اس لئے کہ دونوں سلطنتوں کے درمیان انتہا درجہ کی عداوت اور دشمنی تھی۔ چاند بی بی کو دونوں مملکتوں کے درمیان دشمنی اور عداوت ختم کرنے کے لئے ایک پل مصالحتی راستے کے طور پر استعمال کیا گیا۔ چاند بی بی کے حالات تفصیل سے لکھنے سے پہلے ان دونوں مملکتوں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ایک مملکت جو احمد نگر کی مملکت تھی وہ چاند بی بی کا میکہ تھی اور دوسری مملکت جسے بیجاپور کی عادل شاہی مملکت کہا جاتا ہے وہ چاند بی بی کی سسرالی مملکت تھی۔

جہاں تک بیجاپور کی عادل شاہی مملکت کا تعلق ہے تو اس سلطنت کا بانی ایک شخص یوسف تھا۔ اس یوسف سے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ترکی کی عثمانی

سلطنت کے سلطان مراد کا بیٹا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان مراد کا بڑا بیٹا سلطان محمد اپنے باپ کا جانشین ہوا اور ترک سلطنت کا حکمران بنا۔ سلطان کی علم دوستی ہنر پروری پوری دنیا میں ایک طرح سے ضرب المثل تھی۔ سلطان کے اوصاف کی وجہ سے لوگ رطب اللسان رہتے تھے مشہور ایرانی شاعر مولانا فضل الرحمن جامی نے بھی سلطان کی تعریف میں قصیدے لکھے تھے۔

حکمرانوں کو اکثر و بیشتر ان کے مشیر ہی راہ راست سے ہٹاتے ہیں چنانچہ سلطان محمد کی تخت نشینی کے بعد ارکان سلطنت اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلطان کو مشورہ دیا کہ مرحوم سلطان کے عہد حکومت میں ایک شخص نے سلطنت کا دعویدار ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے سلطنت کے اندر فتنہ فساد کا بازار گرم ہو گیا تھا اور سلطنت کے اس جھوٹے دعویدار کی وجہ سے حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئی تھیں آخر کار بڑی مشکلوں اور مصیبتوں سے اس فتنے کا خاتمہ کیا گیا اس لئے اب مناسب یہی ہے کہ سلطان اپنے ولی عہد کے علاوہ تمام عثمانی شہزادوں کو تہہ تیغ کرا دے تاکہ ملک میں آئندہ کوئی فتنہ اور فساد برپا نہ ہو۔

سلطان ایسا نہیں چاہتا تھا لیکن اپنے اراکین کے برابر اس بات پر زور دینے سے آخر اس نے ان کے مشورے پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیا اس کا ایک چھوٹا بھائی تھا نام اس کا یوسف تھا چنانچہ اس کے قتل کے بعد ہی سلطنت میں کوئی فتنے فساد کی جڑ باقی نہ رہتی تھی۔

جب یہ فیصلہ کیا گیا تب شاہی درباری امراء شاہی حرم سرا کے

دروازے پر آئے تا کہ بے گناہ یوسف کو قتل کر کے اس کی لاش کو باہر لائیں اور رعایا کو یہ بتائیں کہ سلطان کے بعد اور ولی عہد کے علاوہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں رہا جس کی رگوں میں عثمانی خون دوڑ رہا ہو جو عثمانی سلطنت کا دعویدار ہو۔

سلطان کی ماں کو اپنے چھوٹے بیٹے یوسف سے بہت محبت تھی جب اسے اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ حرم سرا کے دروازے پر آئی اور اس نے بڑی عاجزی اور منت سماجت سے امراء سے کہا۔

اس معصوم اور کمسن شہزادے کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اگر مصلحت اسی میں ہے تو ایک دن کی مہلت دی جائے تا کہ میں رات بھر ہمیشہ کے لیے جدا ہونے والے اپنے جگر گوشے کو دیکھتی رہوں۔

چنانچہ ان امراء نے ملکہ کی اس درخواست کو قبول کرنے میں کوئی قباحت نہ دیکھی اور شہزادہ یوسف کے قتل کو اگلے دن اٹھا رکھا اور حرم سرا کے دروازے سے لوٹ گئے۔

ان امراء کے چلے جانے کے بعد سلطان کی والدہ نے ایک شخص عماد الدین محمود کو طلب کیا جو گرجستان کا رہنے والا تھا اور سوداگری کرتا تھا۔ مختلف اشیاء ایران ہندوستان لے جایا کرتا تھا اسے طلب کرنے کے بعد سلطان کی ماں نے اس سے کہا اگر تمہارے پاس چند غلام ہوں جنہیں تم فروخت کرنا چاہتے ہو تو ان سب کو لے کر میرے پاس آؤ۔

سوداگر عمادالدین گرجستانی سلطانہ کا بڑا نمک خوار اور معتمد تھا۔ وہ چند غلام

لے کر سلطانہ کی خدمت میں حاضر ہوا سلطانہ نے ان میں سے ایک غلام کا انتخاب کیا جو اس کے بیٹے یوسف کے قد کاٹھ کے برابر تھا اور حلیے میں بھی تقریباً اس سے ملتا جلتا تھا۔

اس غلام کا انتخاب کرنے کے بعد سلطانہ نے عماد الدین کو سارا واقعہ سنایا اور بتایا کہ کس طرح امراء یوسف کو قتل کرنے کے درپے ہیں چونکہ سلطانہ کے عماد الدین پر بڑے احسانات تھے اس لئے اس نے حق نمک کا احساس کرتے ہوئے یوسف کی جان بچانے کا تہیہ کر لیا۔

سلطانہ نے اسے مشورہ دیا کہ وہ یوسف کو اپنے غلاموں میں شامل کر کے اسے جلد از جلد عثمانی سلطنت سے نکال کر لے جائے اور اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوا تو سلطانہ اسے مالا مال کر دے گی۔

چنانچہ وہ سوداگر ایسا کرنے پر تیار ہو گیا غلام اس نے سلطانہ کے حوالے کر دیا اور اس کے بیٹے یوسف کو اپنے ہمراہ لیا اور راتوں رات ایک قافلے کے ساتھ قسطنطنیہ سے نکل کر بغداد کی راہ لی۔

سوداگر عماد الدین یوسف کو لے کر ساوہ شہر پہنچا وہاں ہی اس کے اہل خانہ تھے اس نے یوسف کو بھی اخفائے راز کی سختی سے تاکید کی اور اپنے بیٹوں کے ساتھ اسے بھی مکتب میں داخل کرا دیا اس طرح یوسف کی تعلیم و تربیت بہترین انداز میں ہونے لگی۔

بدقسمتی یوں ہوئی کہ دوسرے سال سلطانہ جب اپنے بیٹے کی جدائی سے بے حد بے قرار ہوئی تب اس نے اپنے ایک قابل اعتبار ملازم کو یوسف کے

حالات سے باخبر ہونے کے لئے ساوہ روانہ کیا سلطانہ کا ملازم ساوہ پہنچا تو اس نے شہزادے کو آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا اور اس کی تعلیم و تربیت اور صحت کی عمدگی کے بارے میں سلطانہ کو خوشخبری سنانے کے لئے واپس ہوا۔

لیکن جب وہ سکندریہ پہنچا تو وہاں وہ ایک مرض میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہو گیا اور تقریباً ڈیڑھ سال تک سکندریہ ہی میں پڑا رہا تیسرے سال جا کر وہ کہیں قسطنطنیہ پہنچا اور سلطانہ کو اس کے بیٹے یوسف سے باخبر کیا اس طرح سلطانہ اپنے جگر گوشے کے حالات سن کر بے انتہا خوش ہوئی۔

اس کے کچھ ہی عرصہ بعد بد قسمتی نے اپنا رنگ دکھایا اس طرح کہ سلطانہ نے اپنے بیٹے یوسف کی دائی اس کے بیٹے غضنفر اور بیٹی دلشاد کو گراں قدر سازو سامان، اعلیٰ اور نفیس تحفے تحائف کے ساتھ چوری چھپے اپنے بیٹے کے پاس ساوہ کی طرف روانہ کیا۔

ان دنوں تاجر عماد الدین اپنے تاجرانہ کاروبار کے سلسلے میں ہندوستان گیا ہوا تھا۔ اس لئے راز کی پوری طرح حفاظت نہ ہو سکی۔ عماد الدین کے گھر والوں نے غضنفر اور اس کی بہن دلشاد کی باتوں اور اعمال سے اصل معاملے کو بھانپ لیا اتنے عرصے کا پوشیدہ راز لمحوں کے اندر فاش ہو گیا ہوتے ہوتے یہ خبر ساوہ کے حاکم تک پہنچی جس کا نام تو یلوتر کمانی تھا۔

ساوہ کے حاکم نے مال و دولت کے لالچ میں غضنفر سے چار سو تومان حاصل کیئے اس واقعہ کے کچھ دن پہلے یوسف اور ساوہ کے حاکم کے رشتے دار میں رنجش

پیدا ہوگئی تھی ان دونوں وجوہات کی بناء پر یوسف نے وہاں رہنا مناسب نہ سمجھا اور قم شہر کی طرف چلا گیا اس نے یہ عہد کیا کہ ساوہ میں جب تک موجودہ حکمران صاحب اقتدار رہے گا وہ اس شہر میں نہ جائے گا۔ قم سے وہ شیراز پہنچا کچھ دنوں بعد اسے خبر ملی کہ ساوہ کا حکمران معزول کر دیا گیا ہے تو یہ سن کر یوسف نے ساوہ جانے کا ارادہ کیا۔

اپنے تحفظ کی خاطر اس نے اپنا یہ ارادہ ملتوی کرتے ہوئے ہندوستان جانے کا رخ کیا۔ چنانچہ وہ ہندوستان کی بندرگاہ مصطفیٰ آباد پہنچا۔ مصطفیٰ آباد سے یوسف نے احمد آباد کا رخ کیا اس وقت تک اس کی عمر سترہ برس کی ہو چکی تھی اس کے چہرے پر ابھی داڑھی نہیں آئی تھی احمد آباد سے وہ بیدر پہنچا اور بیدر پہنچنے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ وہاں کا بادشاہ ترک غلاموں کے زیر اثر ہے اور سلطنت کے تمام امور انہی کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں۔

یوسف کی خوش قسمتی کہ تاجر عماد الدین بھی وہاں پہنچ گیا لہٰذا یوسف نے عماد الدین سے درخواست کی کہ اسے بھی بادشاہ کے ترکی غلاموں میں داخل کروا دیا جائے اس لئے کہ عماد الدین کے تعلقات وہاں کے حکمرانوں سے اچھے تھے۔

چنانچہ جب عماد الدین نے وہاں کے نظام شاہ بہمنی اور اس کی والدہ مخدومہ جہاں سے یوسف کے حالات کا ذکر کیا چنانچہ سب کچھ ظاہر کرنے کے لئے یوسف کو عماد الدین سے خریدا گیا اور یوں یوسف شاہی ترک غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔

آہستہ آہستہ اپنی نیک نیتی اور محنت سے ترقی کرتے ہوئے یوسف شاہی ترکی غلاموں کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد سلطنت کے اصطبل کے داروغہ کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا وہ خود بھی ترک تھا لہٰذا یوسف کو پسند کرنے لگا اس کے نائب کی حیثیت سے یوسف داروغہ اصطبل کے فرائض انجام دینے لگا۔ یوسف کی خوش قسمتی کہ داروغہ اصطبل جس کا نام عبدالعزیز تھا اس نے شاہی اصطبل کے سارے کام یوسف کو ہی سونپ دیئے تھے چنانچہ کچھ ہی عرصے بعد عبدالعزیز جب بیمار ہو کر فوت ہوگیا تو یوسف سلطنت کا داروغہ اصطبل مقرر ہوگیا۔

لیکن داروغہ اصطبل کی خدمات انجام دیتے ہوئے وہاں ایک شخص باہمن نامی سے یوسف کے تعلقات خراب ہوگئے جس کی بناء پر یہ عہدہ ترک کر دیا اور وہاں کے ترکوں کے سب سے بڑے امیر نظام الملک سے وابستہ ہوگیا۔ نظام الملک یوسف سے ایسا متاثر ہوا اور اس کی کارکردگی کو ایسا پسند کیا کہ وہ اسے اپنا بھائی کہنے لگا اور ہر وقت اسے اپنے ساتھ رکھتا اسی زمانے میں نظام الملک کو برار کا حاکم مقرر کیا گیا اس نے یوسف کے مرتبے میں اضافہ کر دیا اس کی سفارش سے یوسف کو عادل خان کا خطاب شاہی دربار سے عنایت ہوا چنانچہ نظام الملک کے ساتھ یوسف برار چلا گیا۔

نظام الملک نے برار پہنچ کر کچھ باغیوں کی سرکوبی کی اور لگاتار مہموں کے دوران ایک روز ایک راجپوت سپاہی کے ہاتھوں مارا گیا نظام الملک کی موت کی وجہ سے باہمنی لشکر میں سخت بے چینی پھیل گئی لیکن یوسف نے ہمت نہ ہاری اور

حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اس نے ہندوؤں کے گروہ کو تہس نہس کر دیا قلعے کو مضبوط اور مستحکم کیا اور تمام مال غنیمت ہاتھی اور گھوڑے وغیرہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت بادشاہ محمد شاہ تھا اس نے یوسف عادل کی بڑی عزت افزائی کی اور ایک ہزاروی منصب دے کر لشکر میں شامل کر لیا۔

اس کے بعد یوسف کی قسمت کا ستارہ روز بروز درخشاں ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کا شمار خاص الخاص اراکین سلطنت میں ہونے لگا اور اسے ایک طرح سے بیجاپور کا حاکم مقرر کر دیا گیا اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد یوسف نے ملک کا انتظام بڑی عمدگی سے کیا اس نے اپنے گرد ایک لشکر جرار جمع کیا اس زمانے میں محمد شاہ باہمنی رحلت کی اور پایۂ تخت میں انتشار پیدا ہو گیا اور فتنہ فساد کا بازار گرم ہو گیا یوسف عادل نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے لشکر کو پہلے سے کہیں زیادہ منظم اور مرتب کیا۔ سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ کیا بہت سے ترکوں کو اپنے لشکر میں شامل کرنے کے بعد اس نے مزید ترکوں اور مغلوں کو مختلف علاقوں سے بیجاپور بلا کر اپنی طاقت میں اضافہ کر لیا اس طرح وہ بیجاپور کا خودمختار حکمران بنا یہی بیجاپور کے عادل شاہی حکمرانوں کا جد امجد تھا اور اس نے عادل شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی۔

یوسف کے بعد اس کا بیٹا اسماعیل بیجاپور کا حکمران بنا اس کے بعد اس کا بیٹا ملو عادل شاہ حاکم بنا ملو عادل شاہ کے بعد ابراہیم عادل شاہ حکمران ہوا اور ابراہیم عادل شاہ کے بعد علی عادل شاہ بیجاپور کا حکمران ہوا اور اسی عادل شاہ سے چاند بی بی کی شادی ہوئی تھی۔

عادل شاہ نے تخت نشین ہونے کے بعد احمد نگری سلطنت کے دو قلعوں کلیان اور شولا پور پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

احمد نگر کا حکمران اس وقت حسین نظام تھا اور یہی حسین نظام چاند بی بی کا باپ تھا۔ حسین نظام شاہ کے خاندان کے حکمران بننے کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ اس خاندان کا جد امجد ایک شخص احمد نظام شاہ تھا اس احمد نظام شاہ کا جد اعلیٰ بیجانگر کا ایک براہمن تھا جس کا نام تیا بہت تھا اور اس کے باپ کا نام بھر تھا۔

احمد شاہ باہمنی کے عہد حکومت میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور اس نے مشرف بہ اسلام ہو کر اپنا نام ملک حسن رکھ لیا تھا یہی ملک حسن اپنی ذاتی صلاحیتوں کی وجہ سے شاہی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ سلطان احمد شاہ باہمنی نے جب دیکھا کہ ملک حسن بہت ہی دانش مند اور صاحب عقل ہے نیز ہندی زبان کا بردست ماہر ہے تو اس نے یہ غلام اپنے بیٹے محمد شاہ کو عنایت کر دیا تھا۔

ملک حسن محمد شاہ کے ساتھ مکتب میں جانے لگا کچھ ہی عرصہ بعد اس نے فارسی خط و کتابت میں بڑی مہارت حاصل کر لی اور محمد شاہ ملک حسن کو بحری کے نام سے پکارنے لگا پھر آہستہ آہستہ یہی محمد شاہ اپنے بچپن کے زمانے میں ملک حسن کو بحری کی جگہ برلو کہنے لگا۔ لہٰذا بعد ازاں یہی لقب خاص و عام میں مشہور ہو گیا۔

جب احمد شاہ باہمنی کا انتقال ہوا اور اس کے بعد اس کا بیٹا حکمران بنا تو اس

نے اپنے عہد حکومت میں ملک حسن پر بڑی مہربانیاں کیں اور اسے اپنے مقربین خاص میں شامل کر لیا اور اسے امیر شکار کا عہدہ عطا کیا رفتہ رفتہ ملک حسن کے اقتدار اور عزت میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ اسے نظام الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔

سلطان محمد شاہ کے انتقال کا وقت آیا تو اس نے اپنی وصیت میں لکھا کہ اس کے بعد اس کا بیٹا محمود شاہ حکمران ہوگا اور ملک حسن اس کا وکیل سلطنت کے منصب جلیلہ پر فائز ہوگا چنانچہ ملک حسن نے محمود شاہ کے دور میں کچھ علاقوں کو فتح کر کے وہاں اپنے بیٹے احمد کو حاکم مقرر کیا۔

اسی دوران ملک حسن کا مرہٹوں کے ساتھ ٹکراؤ ہو گیا۔ مرہٹوں نے ایک طرح سے نافرمانی کا اظہار کیا تھا جس پر ملک حسن کے بیٹے ملک احمد نے مرہٹوں کے خلاف قوت استعمال کی اور انہیں زیر کرنے کے لئے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا ان میں زیادہ اہم بیٹر کا قلعہ تھا یہ قلعہ پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر تھا اہل قلعہ محاصرے کی طوالت سے بڑے پریشان ہوئے۔

آخر کار جب چھ مہینے گزر گئے تو صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور مجبوراً تلوار اور کفن سے آراستہ ہو کر قلعے کی چابیاں ہاتھ میں لے کر ملک احمد کے پاس آئے۔ ملک احمد کے لشکریوں نے قلعے پر حملہ کر دیا اور جب مسلمان لشکری قلعے میں داخل ہوئے تو قلعے سے ایک خاصا بڑا خزانہ ملک احمد کے ہاتھ لگا۔

یہ رقم مل جانے پر ملک حسن کا بیٹا ملک احمد بے حد خوش ہوا اور اس نے

اپنے لشکریوں اور امراء میں یہ رقم تقسیم کر کے ایک طرح سے انہیں اپنے حق میں کر لیا تھا۔

اس کے بعد محمود شاہ کے زمانے میں ہی ملک حسن کے بیٹے ملک احمد نے بہت سے علاقوں کو فتح کر کے محمود شاہ کی سلطنت میں شامل کیا جن میں تنگی تروتی، کندھا پور، پورند، پراب، چندول، گردرک اور ماہولی کے مقامات بڑے اہم تھے۔

اسی دوران ملک حسن جسے نظام الملک کا خطاب ملا تھا وہ فوت ہو گیا اس کا بیٹا ملک احمد اپنے باپ کی رسومات سے فارغ ہو کر راج مندری کے قلعوں کی طرف توجہ دی جہاں طاقتور راجہ حکمران تھے ملک احمد ان پر چڑھ دوڑا اور اپنی جرأت مندی اور بہادری سے ان قلعوں کو فتح کیا۔

اور پھر محمود شاہ کے مارے جانے کے بعد ملک حسن کا یہی بیٹا جس کا نام احمد تھا وہ احمد نظام کے نام سے حکمران بنا حکمران بنتے ہی اس نے اپنے نام کے سکے اور خطبہ جاری کیا پٹکا پور کا ایک قصبہ اس نے خصوصیت کے ساتھ عالموں اور مذہبی راہنماؤں کے لئے وقف کر دیا اس طرح یہ احمد نظام مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔

اسی احمد نے ہجری 900ء میں احمد نگر شہر کی بنیاد رکھی اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ احمد نظام نے نجومیوں کی بتائی ہوئی مبارک ساعت باغ نظام کے سامنے نہر سینا کے کنارے پر ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی۔ احمد نظام نے سن رکھا تھا کہ گجرات کا شہر احمد آباد وہاں کے حکمران احمد شاہ گجراتی نے تجویز کیا تھا اور اس کی

وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کا نام بھی احمد تھا اس کے وزیر اور قاضی دونوں کے نام بھی احمد ہی تھے۔

یہاں بھی کچھ ایسا ہی معاملہ پیش آ رہا تھا احمد نظام کا نام احمد تھا احمد نظام نے جو اپنا وزیر چنا اس کا نام بھی احمد تھا اور جو قاضی مقرر کیا اس کا نام بھی چونکہ احمد تھا لہٰذا اس شہر کا نام اس نے احمد نگر رکھا اور یہی احمد نگر نظامیوں کا مرکزی شہر بنا۔

احمد نظام کے بعد اس کا بیٹا برہان نظام، احمد نگر کا بادشاہ ہوا اور برہان نظام کے بعد اس کا بیٹا حسین نظام، احمد نگر کا حکمران بنا یہی حسین نظام چاند بی بی کا باپ تھا۔

☆☆......☆......☆☆

بیجاپور کے حکمران علی عادل شاہ نے چاند بی بی کے باپ اور احمد نگر کے حکمران حسین نظام سے اس کے دو قلعوں کی واپسی کا مطالبہ کیا ایک قلعے کا نام کلیان اور دوسرے کا نام شولاپور تھا چنانچہ علی عادل شاہ نے سید علی نامی ایک شخص کو قاصد بنا کر چاند بی بی کے باپ حسین نظام کے پاس بھیجا اور اس کے نام ایک خط روانہ کیا اس خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

''ہم اہم اور ضروری امور میں جنگ یا غفلت سے کام لینا کسی بھی طرح مناسب نہیں خیال کرتے اگر آپ عاقبت اندیشی اور انجام بینی کو مدنظر رکھ کر کلیان اور شولاپور کے قلعے ہمیں دے دیں تو بہتر ہوگا ایسی صورت میں ہم میں خوشگوار دوستانہ مراسم پیدا ہو جائیں گے بصورت دیگر آپ یقین کیجئے کہ میرا لشکر آپ کی رعایا اور آپ کے ملک کا برا حال کر دے گا اور ایک فتنہ عظیم برپا ہو جائے گا۔''

بیجاپور کے حکمران علی عادل شاہ کا یہ پیغام جب چاند بی بی کے باپ حسین شاہ کو ملا تو حسین شاہ اس خط کا مضمون پڑھ کر بے حد برہم ہوا اور اس نے جواب

میں علی عادل شاہ کے بارے میں اس سے بڑھ کر سخت زبان اور الفاظ استعمال کیے چاند بی بی کے باپ حسین نظام کا یہ جواب پا کر علی عادل کو بھی تاؤ آ گیا اور اس نے اپنے جھنڈے کا رنگ بدل لیا پہلے اس کی سلطنت کے جھنڈے کا رنگ زرد تھا اب حسین نظام شاہ کی طرح اس نے اپنے جھنڈے کا رنگ سبز کر لیا چاند بی بی کے باپ کو حسین نظام شاہ کہتے تھے لہٰذا انہیں نظام شاہی بھی تاریخ کے اوراق میں لکھا گیا چنانچہ جب علی عادل شاہ کی اس حرکت کا علم حسین نظام شاہ کو ہوا تو اسے بڑا دکھ اور صدمہ ہوا ساتھ ہی وہ اپنی تیاریاں بھی کرنے لگا۔

دراصل دکن میں یہ رسم تھی کہ ایک فرماں روا کا نشان دوسرا اختیار نہیں کر سکتا تھا اور جو ایسا کرتا تھا اس کا مقصد فتنہ اور فساد برپا کرتا ہوتا تھا چنانچہ علی عادل شاہ کی اس حرکت سے چاند بی بی کا باپ بڑا پریشان ہوا ساتھ ہی علی عادل شاہ نے اس کے باپ کی طرف یہ بھی پیغام بھجوایا۔

"اگر تم میں ہمت ہے تم اپنا نشان مجھ سے چھین لو۔"

اب چاند بی بی کا باپ اپنے لشکر کی تیاری کرنے لگا اس نے لشکر میں اضافہ کیا دوسری طرف چاند بی بی کے باپ پر حملہ آور ہونے کے لئے جہاں علی عادل شاہ کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر تھا وہاں اس نے ایک ہندو راجہ رام راج کو بھی اپنی مدد کے لئے طلب کر لیا اور پھر اسے ساتھ لے کر احمد نگر پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ رام راج بیجانگر کا راجہ تھا۔

عادل شاہ اور رام راج ایک بہت بڑا لشکر لے کر جب احمد نگر کی طرف روانہ ہوئے تو چاروں طرف انہوں نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع

کر دیا احمد نگر سے لے کر دولت آباد تک جس قدر علاقہ تھا اس کے اندر انہوں نے تباہی اور بربادی کا بازار گرم کر دیا۔ رام راج بیجا نگر کے ہندوؤں کا سر کردہ اور ان کا نمائندہ تھا اور وہاں کے ہندو ایک عرصے سے ایک ایسے موقعے کی تلاش میں تھے کہ جی کھول کر وہاں کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کریں اس لئے کہ وہ علاقے پہلے ان کے تھے جن پر مسلمان قابض ہو گئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان علاقوں کے مسلمانوں کو جی بھر کے لوٹیں اور ان کی خوشیوں کو مٹی میں ملا دیں۔

چنانچہ مسلمانوں کو لوٹنے اور ان کی دل شکنی کرنے کے لئے علی عادل شاہ کے لشکر میں رام راج کے ماتحت جو ہندو لشکری تھے انہوں نے راستے میں پڑنے والی مسجدوں کو نذر آتش کر دیا چاند بی بی کے باپ حسین نظام کو جب اس فتنے کی خبر ہوئی تو اسے بڑا دکھ ہوا اس نے جب اپنے مخبروں سے یہ اطلاعات حاصل کیں کہ علی عادل شاہ اور رام راج کے پاس کس قدر لشکر ہے تب اس کی ہمت جواب دے گئی اس لئے کہ لشکر کی جو تعداد بتائی گئی تھی اس کا مقابل کسی بھی صورت چاند بی بی کا باپ حسین نظام نہیں کر سکتا تھا چنانچہ حسین نظام نے اسی میں اپنی عافیت سمجھی کہ علی عادل شاہ اور رام راج سے صلح کر لے اس نے تیز رفتار قاصد ان کی طرف بھجوائے اور کلیان نام کا قلعہ اس نے علی عادل شاہ کے حوالے کرنے کی پیشکش کر دی۔

اس طرح یہ جنگ ملتوی ہو گئی اور ایک قلعہ حاصل کرنے کے بعد علی عادل شاہ اور رام راج واپس چلے گئے۔

اسی دوران ایک اور بڑا واقعہ پیش آیا ہوا یوں کہ احمد نگر کے حکمران حسین

نظام نے اپنی بڑی بیٹی اور چاند بی بی کی بڑی بہن بی بی جمال کی شادی گولکنڈہ کے ایک حاکم قطب شاہ کے ساتھ کر دی بیجاپور کا بادشاہ علی عادل شاہ قطب شاہ کو پسند نہیں کرتا تھا لہٰذا یہ خبر سن کر وہ برہم ہوا اور ایک بار پھر اس نے چاند بی بی کے باپ کو سزا دینے کے لئے احمد نگر پر حملہ آور ہونے کا تہیہ کر لیا۔

اس بار بھی اپنی مدد کے لئے علی عادل شاہ نے بیجانگر کے راجہ رام راج کو اپنے ساتھ لیا دراصل علی عادل شاہ پہلے ہی جنگ کا بہانہ ڈھونڈ رہا تھا چاند بی بی کی بڑی بہن کی شادی کا ایک بہانہ بن گیا، چنانچہ علی عادل شاہ اور رام راج فوراً پچاس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادہ لشکر لے کر روانہ ہوئے۔

حسین نظام کی بیٹی بی بی جمال کے شوہر قطب شاہ نے اس موقع پر پیر حسین نظام کا ساتھ دینے کا تہیہ کیا لیکن جب علی عادل شاہ اور رام راج اپنا لشکر لے کر آئے اور قطب شاہ کو خبر ہوئی کہ اتنے بڑے لشکر کا تو وہ مقابلہ کر ہی نہیں سکتا تب آدھی رات کے وقت وہ حسین نظام شاہ کے لشکر سے نکل کر بھاگ نکلا اور علی عادل شاہ سے جاملا۔ چنانچہ جب سورج طلوع ہوا اور چاند بی بی کے باپ کو پتا چلا کہ قطب شاہ تو آدھی رات کے وقت ہی بھاگ گیا تھا اور اس کا ساتھ چھوڑ گیا ہے چنانچہ جس جگہ اس نے علی عادل شاہ سے ٹکرانے کا عزم کیا تھا وہاں سے وہ اپنا لشکر لے کر پلٹا اور اپنے مرکزی شہر احمد نگر کی طرف چلا گیا۔

علی عادل شاہ اور رام راج حسین نظام شاہ کے پیچھے لگ گئے چاند بی بی کا باپ تو اپنے مرکزی شہر احمد نگر میں جا کر محصور ہو گیا جبکہ علی عادل شاہ اور رام راج نے آگے بڑھ کر احمد نگر کا محاصرہ کر لیا چنانچہ علی عادل شاہ اور رام راج کے پیچھے

سے پہلے ہی حسین نظام شاہ اپنے دارالحکومت احمد نگر کو اپنے لشکر اور سالاروں کے حوالے کرنے کے بعد خود اپنے اہل خانہ کو لے کر جیر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

احمد نگر کے محاصرے کے دوران بیجا نگر کے ہندوؤں نے مسلمانوں پر اپنے ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی احمد نگر کے اطراف میں انہوں نے آبادی کو خوب قتل کیا عمارتوں کو آگ لگا دی مسجدوں میں گھس کر ان کی بے حرمتی کی کچھ مسجدوں کو انہوں نے اصطبل کے طور پر استعمال کیا۔ مسجدوں کی چھتیں اور دیگر اشیاء جو لکڑی کی بنی ہوئی تھیں انہیں نذر آتش کر دیا اسی دوران اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ بارش ہو گئی راستے کیچڑ اور دلدل سے بھر گئے اس وجہ سے غلے اور دوسری اشیاء کے آنے میں تاخیر ہو گئی لشکر میں غلہ ضروریات کے مطابق موجود نہ رہا ساتھ ہی اس موقع پر حسین نظام کا داماد اور چاند بی بی کا بہنوئی قطب شاہ جو وقتی طور پر علی عادل شاہ کے لشکر میں شامل ہو چکا تھا وہ چوری چھپے غلے کے علاوہ اور ضروریات کا دوسرا سامان بھی احمد نگر کے محصور لوگوں تک پہنچاتا رہتا تھا تا کہ اہل قلعہ کے حوصلے پست نہ ہونے پائیں اس طرح علی عادل شاہ کے لشکر میں رہتے ہوئے حسین نظام کا داماد قطب شاہ ایک طرح سے اپنے سسر کے حق میں کام کرتا رہا۔

جب لشکر کے اندر خوراک کی کمی محسوس ہونے لگی تب علی عادل شاہ نے اس کا ذکر رام راج سے کیا چنانچہ دونوں میں یہ طے پایا کہ اگر خوراک کی زیادہ کمی ہوئی تو ان کے لئے احمد نگر کے نواح میں خطرات اٹھ کھڑے ہوں گے چنانچہ دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ احمد نگر کا محاصرہ ترک کر دیا جائے دونوں کے درمیان یہ

بھی طے پایا کہ کلیان کا قلعہ تو پہلے ہی چاند بی بی کے باپ سے حاصل کیا جا چکا ہے احمد نگر کا محاصرہ ترک کر کے شولا پور کی طرف رخ کیا جائے اور شولا پور کا قلعہ بھی چاند بی بی کے باپ سے چھین لیا جائے چنانچہ فیصلہ کرنے کے بعد علی عادل شاہ اور رام راج اپنے لشکر کو لے کر حرکت میں آئے احمد نگر کا محاصرہ انہوں نے ترک کر دیا اور واپس ہو لئے۔

ابھی انہوں نے سفر کی پانچ چھ منزلیں طے کی ہوں گی کہ علی عادل شاہ کا ایک معتمد جس کا نام کشور خان تھا وہ اس کے پاس آیا اور اسے سمجھانے کے انداز میں کہنے لگا۔

یہ وقت قلعہ شولا پور کا محاصرہ کرنے کے لئے مناسب نہیں ہے اگر اب قلعہ فتح ہو گیا تو رام راج تم سے وہ قلعہ مانگے گا تا کہ اس قلعے کو اپنے تسلط میں رکھے ایسے عالم میں تم کچھ نہ کر سکو گے جبکہ رام راج قلعہ شولا پور کو حاصل کرنے کے بعد دوسرے علاقوں کو بھی لالچ کی نظر سے دیکھے گا اس وقت ہمیں شولا پور کی فتح کا خیال ترک کر دینا چاہئے اور رام راج کی مدد سے شولا کے قریب ہی ایک نیا قلعہ تعمیر کرنا چاہئے اور رفتہ رفتہ اس قلعے کی وجہ سے شولا پور کو تسخیر کر لینا چاہئے۔

کشور خان کیونکہ علی عادل کے علاوہ مسلمانوں کا بھی مخلص تھا چنانچہ علی عادل نے کشور خان کے اس مشورے کو بہت پسند کیا اس نے رام راج کو نلدرک کی طرف چلنے پر مجبور کیا یہ دونوں فرماں رواں وہاں جا پہنچے نلدرک میں پرانے زمانے میں ہندوؤں کے راجہ نل نے اپنے بیٹے کے لئے جس جگہ محل بنایا تھا وہ جگہ قلعے کی تعمیر کے لئے منتخب کی گئی۔ اس جگہ پرانے محل کے آثار باقی تھے موسم

برسات ہی میں اس قلعے کی دیواریں اینٹ اور پتھر سے بنائی گئیں اور اس قلعے کا نام قلعہ شاہ درک رکھا گیا اس قلعے کی تعمیر کے بعد تینوں فرماں رواں یعنی رام راج قطب شاہ اور علی عادل شاہ اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔

جہاں تک رام راج کا تعلق تھا تو یہ بیجانگر کے ایک شخص تمراج کا بیٹا تھا۔ اس تمراج نے بیجانگر کے راجہ کو زہر دے کر ہلاک کر ڈالا اور اس کے لڑکے کو وارث بنا کر خود سلطنت کا کاروبار چلانے لگا۔ کچھ دن ہی بعد رام راج کا باپ تمراج بھی مر گیا۔ چنانچہ تمراج کے بعد جو حیثیت اسے حاصل تھی وہ اس کے بیٹے رام راج کو مل گئی۔

رام راج نے بیجانگر میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانا شروع کیا اور اس نے شاہی خاندان کی ایک لڑکی سے بھی شادی کر لی جو راجہ کی عزیز تھی اس لحاظ سے راجہ کے خاندان سے رام راج کا تعلق بھی پیدا ہو گیا اس کے بعد رام راج نے پے در پے سازشیں کرتے ہوئے اور بسا اوقات مختلف لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے اور اپنا ہموا بناتے ہوئے بیجانگر میں ایک آمرانہ حیثیت اختیار کر لی۔ چنانچہ اس طرح کی قتل وغارت گری کے بعد رام راج جو ایک مکار اور عیار شخص تھا بیجانگر کا حاکم بن بیٹھا اور وہاں کے راجہ کا خاتمہ کر دیا۔

رام راج نے احمد نگر کے محاصرے کے دوران جو مسلمانوں کے گھروں کو لوٹا تھا مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا اور کئی مسجدوں اور عبادت گاہوں کو گرایا تھا اس کا مسلمانوں کو اس کے خلاف بڑا غصہ اور غضب تھا۔ عادل شاہ نے وقتی طور پر رام راج کو اپنے ساتھ ملا تو لیا تھا لیکن وہ خود بھی رام راج سے نالاں اور اس کے

متعلق مشکوک تھا اس لئے کہ ایک بار رام راج کا چہیتا بیٹا فوت ہوا تو علی عادل اور کشور خان دونوں اس کے بیٹے کی تعزیت کے لئے اس کے پاس بیجا نگر گئے عالی عادل شاہ نے رام راج سے اس کے بیٹے کی موت پر اظہار افسوس کیا رام راج کے بدن سے اس کا ماتمی لباس اتارا اور ایک ایسا لباس جو علی عادل اپنے ساتھ لے گیا تھا وہ اس نے راجہ رام راج کو پہنایا ایک طرح سے علی عادل شاہ نے اس کی بڑی عزت افزائی کی تھی رام راج کی بیوی جو ایبر رائے کی نسل سے تھی اس نے علی عادل شاہ سے پردہ نہیں کیا اور اسے اپنا منہ بولا بیٹا کہا رام راج نے تین دن علی عادل کی مہمان داری کی اور اس کی ہر موقع پر مدد کا وعدہ کیا۔ جب علی عادل رخصت ہونے لگا تو راجہ نے بڑی بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا اور اس کے ساتھ چند قدم چلنے کی زحمت گوارا نہیں کی یہ کام اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے حوالے کیا علی عادل کو یہ بات بری محسوس ہوئی تھی اور ابھی تک رام راج کی یہ حرکت اسے یاد بھی تھی تاہم مصلحت وقت کی خاطر رام راج نے جو مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا علی عادل اس پر خاموش رہا بہر حال قلعہ شاہ ورک کی تعمیر کے بعد سب اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے تھے۔

☆☆......☆......☆☆

قلعہ شاہ درک کی تعمیر کے بعد رام راج نے بہت طاقبت نا اندیشی سے کام لیتے ہوئے چند ایسی حرکات کیں جن کی وجہ سے چاند بی بی کے ہونے والے شوہر علی عادل شاہ کا دل اس کی طرف سے بدظن ہو گیا جس وقت چاند بی بی کے باپ حسین نظام کے خلاف علی عادل حرکت میں آیا تھا اور اپنی مدد کے لئے اس نے رام راج کو بلایا تھا تو رام راج کے ساتھ اس کا معاہدہ ہوا تھا کہ بیجانگر کے ہندو اپنی پرانی دشمنی کی وجہ سے مسلمانوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں گے رعایا کے جان مال پر دست درازی نہ کریں گے اور مسلمانوں کی عزت پر کوئی حملہ نہ کریں گے لیکن ہندوؤں نے اس وعدے کو فراموش کر کے احمد نگر میں مسلمانوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے قتل کیا مال اسباب کو لوٹا مسجدوں کی بھی بے حرمتی کی علی عادل شاہ یہ سب کچھ دیکھ سن کر بہت رنجیدہ ہوا مگر اس وقت کچھ نہ بولا اس لئے کہ اس موقع پر خاموش رہنا ہی اپنے لئے بہتر خیال کرتا تھا۔

علی عادل شاہ کی اس خاموشی کی وجہ سے رام راج کا غرور اور تعصب اپنے

کمال کو پہنچ گیا وہ اسلام سے سخت نفرت کا اظہار کرنے لگا اور اس کے تعصب کا یہ عالم ہوا کہ وہ اپنے دربار میں کسی مسلمان سفیر کو داخل ہی نہیں ہونے دیتا تھا اور کبھی وہ کسی مسلمان سفیر کو اپنے دربار میں آنے کی اجازت دیتا تو پھر اس کو کھڑا رکھتا تھا اسے بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی سواری کے وقت مسلمان سفیروں کو اپنے ساتھ بہت دور تک دوڑاتا تھا اور کافی دیر کے بعد ان کو سوار ہونے کی اجازت دیتا تھا۔

جس وقت علی عادل شاہ قلعہ درک کی تعمیر کے لئے روانہ ہوا تھا اس وقت بھی ہندو لشکری مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ان کی طرف نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

رام راج کی ہمت اس کا غرور اور تکبر اور جرأت ایسی بڑھی کہ اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور علی عادل شاہ اور دوسرے مسلمان حکمران قطب شاہ کے علاقوں کو ہدف بنانا شروع کیا اس وقت علی عادل شاہ اور قطب شاہ کیونکہ دونوں چاند بی بی کے باپ حسین نظام سے ایک طرح سے دشمنی مول لے چکے تھے اس لئے انہوں نے رام راج سے بھی دشمنی مول لینا پسند نہ کی اور اپنی اپنی سلطنت کے کچھ علاقے رام راج کے حوالے کر کے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اس سے ہتک آمیز صلح کر لی۔

علی عادل شاہ نے اتکر اور ناگری کوپ کے علاقے اور قطب شاہ نے قلعہ کوپل کندہ، پانکل اور دکنور کے علاقے رام راج کی تحویل میں دے کر اپنے آپ کو بچایا۔

چنانچہ رام راج کی دن بدن بڑھتی ہوئی طاقت اور قوت سے بیجاپور کا حاکم علی عادل شاہ خوفزدہ رہنے لگا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ جب تک رام راج پر حملہ کر کے اس کی طاقت اور قوت کو توڑ کر اسے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہ کیا گیا اس وقت تک اس کی اپنی سلطنت غیر محفوظ رہے گی چنانچہ رام راج سے نبٹنے کے لئے علی عادل شاہ نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا۔

علی عادل شاہ نے ان کے سامنے رام راج سے نمٹنے کا مسئلہ پیش کیا تب سارے سالاروں اور عمائدین نے آپس میں مشورہ کیا اس کے بعد کشور خان علی عادل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جو رائے آپ نے پیش کی ہے اس پر مزید غور و خوض کی قطعاً ضرورت نہیں ہے تاہم چونکہ آپ نے ہم سے مشورہ طلب کیا ہے اور اپنا خیال ظاہر کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے ہماری گزارش ہے کہ اس قدم کے اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ تمام مسلمان فرمانرواں باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں۔

رام راج کے لشکر کی کثرت اس کی روز افزوں قوت روز روشن کی طرح واضح ہے اس کا ملک چھ بندرگاہوں ان گنت قلعوں اور شہروں پر مشتمل ہے اس کا محصول بارہ کروڑ کے لگ بھگ ہے اس کے جاہ و جلال کا سکہ ہر دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ جس وجہ سے راجہ سے تنہا جنگ کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہماری رائے میں اس وقت حضور کو چاہئے کہ حسین نظام سے دوستانہ مراسم پیدا کرنا چاہئے اور اس سے دشمنی ترک کر دینی چاہئے اس طرح کشور خان نے علی

عادل شاہ کو چاند بی بی کے باپ حسین نظام سے اپنے تعلقات بہتر بنانے کا مشورہ دیا تھا۔

علی عادل شاہ کو اپنے مشیروں کی یہ رائے بے حد پسند آئی چنانچہ اس نے کشور خان کو اس معاملے میں مختارکل بنایا اور اس کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ حسین نظام سے اس کے لیے تعلقات بہتر بنانے کی کوشش شروع کرے۔ چنانچہ کشور خان حرکت میں آیا سب سے پہلے اس نے قطب شاہ کی طرف پیغام بھیجا جو اب چاند بی بی کے باپ کا رشتہ دار تھا اور اس پر اپنا مدعا ظاہر کیا۔

قطب شاہ تو پہلے ہی رام راج کے خلاف جلا بھنا بیٹھا تھا اس لئے کہ رام راج نے اس کے کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا چنانچہ قطب شاہ نے وعدہ کیا کہ وہ علی عادل اور حسین نظام شاہ میں دوستانہ مراسم پیدا کرائے گا اور قلعہ شولا پور چاند بی بی کے باپ حسین نظام اور علی عادل شاہ کے درمیان فساد کی وجہ ہے وہ قلعہ بھی حسین نظام سے علی عادل کو واپس دلانے کی کوشش کرے گا۔

چنانچہ قطب شاہ نے ایک شخص مصطفیٰ شاہ کا انتخاب کیا اور اس کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ پہلے بیجاپور جا کر علی عادل شاہ سے ملاقات کرے اس سے سارے حالات جاننے کے بعد وہاں سے وہ احمد نگر کا رخ کرے اور حسین نظام سے مل کر دونوں حکومتوں کے درمیان صلح صفائی اور میل جول کا ماحول پیدا کرے۔

چنانچہ مصطفیٰ خان پہلے بیجانگر پہنچا علی عادل شاہ سے بھی ملاقات کی وہاں سے نکلا تو احمد نگر کا رخ کیا احمد نگر میں اس نے چاند بی بی کے باپ حسین نظام

سے ملاقات کی دوران گفتگو مصطفیٰ خان نے حسین نظام سے بڑے نرم انداز میں مخاطب ہو کر کہا۔

محترم حسین نظام سلاطین باہمنیہ کے عہد حکومت میں جبکہ تمام دکن پر ان کی حکومت تھی مسلمان ہندوؤں کے مقابلے میں فتح حاصل کرتے تھے اور کبھی بیجانگر کے ہندو مسلمانوں پر غالب آتے تھے باہمنی سلاطین عام طور پر بغیر کسی نتیجے کے ہی جنگ موقوف کر دیتے تھے اور بیجانگر کے ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتے تھے اب دکن کا ملک کسی ایک حکمران کے تابع نہیں ہے بلکہ چند حکمرانوں میں تقسیم ہو چکا ہے اس لئے دانش مندی اسی میں ہے کہ تمام مسلمان فرمانروا ایک دوسرے کے دوست بن کر باہمی اتحاد پر اتفاق سے کام لیں تاکہ زبردست دشمن کے شر سے محفوظ رہ سکیں رام راج کے روز افزوں قوت سے آپ اچھی طرح واقف ہیں نیز آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ کرناٹک کے تمام فرمانروا اس کے طابع دار ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمان فرمانروا کا ایک دوسرے سے کشیدہ رہنا بالکل بے جا اور اندیشہ ناک ہے۔

چاند بی بی کا باپ حسین نظام مصطفیٰ خان کی اس حق گوئی اور بے باکی سے بے حد خوش ہوا اور اس کی معقول رائے کو اس نے بے حد پسند کیا اور بے حد تعریف کی اس کے بعد اس گفتگو میں احمد نگر کے قاسم بیگ اور ملا عنایت اللہ کو بھی شامل کیا گیا اور مسلمانوں کی دونوں سلطنتوں میں قربت کے مسئلے کا جائزہ لینا شروع کیا ان لوگوں نے آپس میں مل کر یہ طے کیا کہ حسین نظام شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی کی شادی علی عادل شاہ سے کر دے اور اپنی بیٹی چاند بی بی کو جہیز میں

شولا پور کا قلعہ دے دے اس طرح علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطان کو حسین نظام کے بڑے بیٹے اور چاند بی بی کے بڑے بھائی شہزادہ مرتضٰی نظام سے بیاہ دے اس طرح دونوں فرمانرواؤں کے تعلقات بہتر ہو جائیں گے اس کے بعد یہ تینوں حکمران یکجا اور ایک قوت ہو کر رام راج پر حملہ کریں اور اسے اس کی ماضی کی بداعمالیوں کی بھرپور سزا دیں۔

گو چاند بی بی کا باپ حسین نظام کچھ وجوہات کی بناء پر علی عادل شاہ کو ناپسند کرتا تھا اس لئے کہ علی عادل شاہ کو عشق و محبت سے بڑی گہری دلچسپی تھی حسینوں پری جمال اور دلربا قسم کی عورتوں کو گروہ کی صورت میں اپنے ارد گرد رکھنا خوب پسند کرتا تھا تاہم مصلحت وقت کو سامنے رکھتے ہوئے چاند بی بی کے باپ حسین نظام نے مصطفٰی خان اور دیگر امراء کی تجویز کو پسند کیا اس لئے کہ ان خامیوں کے ساتھ ساتھ علی عادل میں کچھ خوبیاں بھی تھیں وہ اعلیٰ ظرف انسان تھا ہر خاص و عام کو اپنے لطف و کرم سے خوش رکھتا اس کے علاوہ اس کا عہد حکومت سبھی کے لئے موجب خیر و برکت تھا۔

رعایا کی فلاح بہبود کے بارے میں سوچتا تاہم حسن پرستی اور جمال پرستی اس کا شیوہ ضرور تھا۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ علی عادل شاہ کو خوب صورت خواجہ سراؤں اور غلاموں کو جمع کرنے کا بڑا شوق تھا ایک مرتبہ علی عادل شاہ نے اپنا ایک قاصد امیر برید کے پاس بھیجا اور پیغام دیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس دو نہایت ہی حسین اور خوب صورت خواجہ سرا ہیں تم فوراً ان دونوں خواجہ سراؤں کو میرے

پاس بھجوادو امیر برید نے چند روز تک ٹال مٹول کی اور خواجہ سراؤں کو عادل شاہ کی طرف روانہ نہ کیا۔

انہی دنوں مرتضیٰ نظام نے امیر برید پر حملہ کر دیا علی عادل شاہ سے مدد کا طالب ہوا علی عادل شاہ نے دو ہزار سوار اس کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ امیر برید اس سے متاثر ہوا اور اس نے دونوں حسین خواجہ سرا جن کو علی عادل نے طلب کیا تھا اپنے علاقے بیدر سے بیجا پور بھیج دیا۔

مذکورہ حالات کچھ بھی تھے چاند بی بی کا باپ حسین نظام چاند بی بی کی شادی عادل سے کرنے پر تیار ہو گیا اس طرح شادی کی رسوم ادا کی گئی۔ چاند بی بی کی شادی عادل سے ہو گئی اور چاند بی بی احمد نگر سے بیجا پور چلی گئی جبکہ علی عادل شاہ کی بہن ہدیہ سلطان کی شادی چاند بی بی کے بھائی مرتضیٰ سے ہو گئی اور وہ بیجا پور سے نکل کر احمد نگر چلی گئی تھی۔

☆☆......☆......☆☆

شادی کے بعد چاند بی بی نے بیجاپور میں اپنے شوہر علی عادل کا بھرپور ساتھ دیا ہر معاملے میں اسے مشورہ دیتی جنگ میں بھی اس کے ساتھ رہتی اور عملی طور پر معرکوں میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے شوہر کا حوصلہ بھی بڑھاتی رہتی۔

اب علی عادل شاہ رام راج سے ماضی کی تلخی اور ناراضگی کا انتقام لینا چاہتا تھا اس لئے کہ رام راج نے ماضی میں مسلمانوں کو بے شمار نقصان پہنچائے تھے ان کا قتل عام بھی کیا تھا رام راج کی طاقت ہر مسلمان حکمران کے مقابلے میں زیادہ تھی لہٰذا رام راج کا مقابلہ کرنے کے لئے چار قوتوں نے آپس میں اتحاد کیا۔

ایک چاند بی بی کا شوہر علی عادل شاہ دوسرا چاند بی بی کا باپ حسین نظام شاہ تیسرا ابراہیم قطب شاہ اور چوتھا علی برید جہاں تک ابراہیم قطب شاہ کا تعلق تھا تو یہ قطب شاہی حکمران تھا اس خاندان کی حکمرانی کا بانی ایک شخص سلطان قلی تھا یہ ترکوں کے ایک قبیلے سے تعلق رکھتا تھا یہ گولکنڈہ کا حکمران تھا۔ سلطان قلی

کے بعد گولکنڈہ کا حکمران سلطان قلی کا بیٹا جمشید قطب شاہ ہوا تھا اور جمشید قطب کے بعد ابراہیم قطب شاہ گولکنڈہ کا حکمران ہوا تھا اب تک ابراہیم قطب شاہ کے رام راج کے ساتھ تعلقات بہت گہرے تھے اس لئے کہ رام راج کے ابراہیم قطب شاہ پر کچھ احسانات بھی تھے وہ اس طرح کہ جن دنوں ابراہیم قطب شاہ کا بھائی گولکنڈہ کا حاکم تھا اسے اپنے بھائی سے تکرار کی بنا پر خطرہ لاحق ہوا چنانچہ وہ بیجا نگر میں رام راج کے پاس چلا گیا رام راج نے اس کی آؤ بھگت کی اور ایک حبشی امیر عنبر خان کی جاگیر اس کے حوالے کر دی۔

اسی جاگیر کے سلسلے میں عنبر خان سے ابراہیم قطب شاہ کا تکرار ہو گیا جس کے نتیجے میں عنبر خان مارا گیا جب تک ابراہیم قطب شاہ کا بھائی زندہ رہا ابراہیم بیجا نگر ہی میں رہا اور جب اس کا بھائی فوت ہوا تب کچھ ترک سالاروں نے اس کے بھائی کے کم سن بیٹے کو جس کی عمر دو سال تھی، تخت پر بٹھا دیا لیکن مملکت کے لوگوں کو یہ انتخاب پسند نہ آیا۔ انہوں نے طے کیا کہ اس کے بجائے ابراہیم قطب شاہ کو بیجا نگر سے بلا کر بادشاہ بنایا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ابراہیم قطب شاہ بیجا نگر سے گولکنڈہ پہنچا اور وہاں کا بادشاہ بنا۔

جہاں تک علی برید کا تعلق ہے تو یہ احمد آباد کا حکمران تھا اس خاندان کا جد امجد قاسم برید تھا جس کے متعلق مورخین کا خیال ہے کہ وہ خواجہ شہاب الدین علی یزدی کے ہمراہ دکن میں آیا تھا اور خواجہ شہاب الدین نے اسے سلطان محمد شاہ فاروقی کے پاس بھیج دیا بڑا بہادر اور دلیر شخص تھا اسے خوشخطی اور موسیقی سے بھی دلچسپی تھی وہ کئی سازوں کے بجانے میں مہارت رکھتا تھا محمد شاہ فاروقی کے عہد

میں قاسم امراء کے گروہ میں داخل ہوا اور وہیں سے ترقی کرتا چلا گیا یہاں تک کہ یہ احمد آباد کا حاکم مقرر ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا امیر علی برید احمد آباد کا حاکم ہوا اور اس کے بعد علی برید حاکم بنا لیکن اس نے حاکم کا لقب اختیار کرنے کے بجائے بادشاہ کا لقب اختیار کیا احمد آباد کا حکمران بننے کے بعد اس نے اپنی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کیا اس طرح یہ راجہ رام راج کے خلاف دوسرے اتحادیوں کا ساتھ دینے لگا یوں ان چاروں قوتوں نے راجہ رام راج سے نمٹنے کا فیصلہ کرلیا چنانچہ اس فیصلے کے بعد چاند بی بی کے شوہر علی عادل شاہ نے اپنا ایک قاصد رام راج کی طرف روانہ کیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ ماضی میں وہ علاقے جو علی عادل شاہ کے تھے اس کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کے جن علاقوں پر رام راج نے قبضہ کرلیا ہے وہ سب رام راج واپس کرے۔

یہ پیغام سن کر رام راج بہت ہی برہم ہوا اس نے علی عادل شاہ کے قاصد سے بڑا برا سلوک کیا اور اسے بیجانگر سے نکال دیا یہ صورت حال دیکھ کر علی عادل شاہ کو بڑا طیش آیا چنانچہ رام راج سے ٹکرانے کا فیصلہ کرلیا گیا۔

چاروں قوتیں یعنی چاند بی بی کا شوہر علی عادل شاہ اس کا باپ حسین نظام شاہ ابراہیم قطب شاہ اور علی برید جمع ہوئے اور ہجری 972ء کو ایک لشکر لے کر رام راج کے مرکزی شہر بیجانگر کی طرف روانہ ہو گئے۔ منزل پر منزل مارتے ہوئے وہ دریائے کرشنا کے کنارے بالنکوتھ کے مقام پر پہنچے یہ علاقہ علی عادل شاہ کی مملکت میں تھا یہاں متحدہ لشکر نے قیام کیا اور یہیں پر مزید غلہ اور ضروریات کی دیگر اشیاء کا اہتمام کیا گیا۔

دوسری طرف رام راج بڑا مغرور اور متعصب راجہ تھا وہ کسی مسلمان حکمران کو خاطر میں ہی نہ لاتا تھا وہ کہتا تھا کوئی قوت اس کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتی چنانچہ جب اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ چار مسلمان قوتوں کا متحدہ لشکر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر چکا ہے تو رام راجہ نے اس خبر کو کوئی اہمیت نہیں دی اور نہ ہی وہ اس متحدہ لشکر سے کسی قسم کا پریشان ہوا اس نے ان چاروں حکمرانوں سے جنگ کرنا ایک آسان کام سمجھا اور اپنے بھائی تمراج کو بیس ہزار سواروں، پانچ سو ہاتھیوں اور ایک لاکھ پیادوں کا لشکر جرار دے کر روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ دریائے کرشنا کے کنارے سارے گھاٹوں کا راستہ جلد از جلد بند کر دے اور دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہے۔

اپنے بھائی تمراج کو روانہ کرنے کے بعد رام راج نے اپنے منجھلے بھائی تنکنادری کو بھی ایک لشکر جرار اور مال اسباب کے ساتھ روانہ کیا ان لوگوں نے ایک ایسے ساحل پر قبضہ کر لیا جہاں مسلمان دریائے کرشنا کو عبور کر سکتے تھے اس قبضے کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے دریا پار کرنا مشکل ہو گیا آخر رام راج خود بھی ایک لشکر لے کر چاروں مسلمان حکمرانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے چاروں لشکروں کے سالاروں نے باہم مشورہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ چاروں لشکریوں کے سرکردہ لوگوں کی ایک جماعت تیار کی جائے جو دریا کے مختلف حصوں کا جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ کہاں سے دریا کو عبور کر کے رام راج پر ضرب لگائی جا سکتی ہے۔

چنانچہ ایک وفد ترتیب دیا گیا اس وفد نے تیس چالیس کوس تک دریا کے

ساتھ چلنے کے بعد دو تین راستے ایسے دریافت کر لئے جہاں دریا کم گہرا تھا چنانچہ ان لوگوں نے متحدہ لشکر کے سالاروں کو نشاندہی کی کہ کچھ راستے ایسے ہیں جہاں دریا کا پانی کم ہے اور وہاں سے بڑی آسانی کے ساتھ پورے لشکر کو لے کر دریا کو عبور کر کے دشمن پر ضرب لگائی جا سکتی ہے۔

ساتھ ہی ان لوگوں نے یہ بھی آگاہ کر دیا کہ جہاں سے دریا کو پار کیا جا سکتا ہے اس کے سامنے دوسرے کنارے پر جگہ جگہ رام راج کے لشکر کھڑے ہوئے ہیں ان لشکریوں نے ایک دیوار بنا رکھی ہے اور وہ انواع اقسام کی آتش بازیوں سے بھی لیس ہیں۔

ان لوگوں نے یہ صورت حال بڑے سالاروں کے سامنے پیش کی تب چاروں لشکروں کے سالار پھر ایک جگہ جمع ہوئے اور جو مشکل صورت حال تھی اس پر بحث شروع کی۔ چنانچہ سب نے مل کر یہ طے کیا کہ دریائے کرشنا کے جس جس گھاٹ پر پانی کی گہرائی کم ہے وہاں سے دریا کو عبور کیا جا سکتا ہے وہاں سے رام راج کے لشکر کو ہٹانا چاہئے اور اس لشکر کو ہٹانے کے لئے ایک تجویز بھی سوچ لی گئی۔

یہ طے کیا گیا کہ اپنے مخبروں کے ذریعے دریائے کرشنا کے اس پار رام راج کے لشکریوں کے اندر یہ افواہ اڑا دی جائے کہ مسلمانوں نے دریائے کرشنا کو عبور کرنے کے لئے ایک اور گھاٹ دریافت کر لیا ہے جہاں پانی بہت کم گہرا ہے اور وہاں سے پورا مسلمانوں کا لشکر دریا کو عبور کر کے رام راج کے لشکر پر ضرب لگا سکتا ہے ساتھ ہی یہ بھی طے کیا گیا کہ جس وقت یہ خبر اڑائی گئی اس کے

بعد لشکر ایک طرف روانہ کئے جائیں اس سے رام راج کے سالار یہ اندازہ لگائیں گے کہ مسلمان لشکر نئے گھاٹ کی طرف روانہ ہوئے ہیں چنانچہ وہ پرانے گھاٹوں کو جہاں انہوں نے پہرہ لگا رکھا ہے ترک کر دیں گے اور نئے گھاٹ کی طرف جائیں گے۔

اس طرح جب وہ گھاٹ خالی ہو جائیں گے جہاں سے دریا کو عبور کیا جا سکتا ہے تو مسلمانوں کے متحدہ لشکر واپس جائے گا وقت ضائع کئے بغیر بڑی سرعت سے مخصوص گھاٹوں سے دریا کو پار کر لیا جائے گا۔

اس تجویز کو بے حد پسند کیا گیا چنانچہ مسلمانوں کا لشکر دریا کے ساتھ ساتھ روانہ ہوا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ مسلمان لگاتار تین دن تک دریائے کرشنا کے ساتھ ساتھ سفر کرتے رہے۔ دوسری طرف رام راج کے سارے سالاروں کو خبر ہوئی کہ مسلمان واقعی حرکت میں آ چکے ہیں۔ انہوں نے دریائے کرشنا کو پار کرنے کے لئے ایک کم گہرا اور مناسب گھاٹ دریافت کر لیا ہے تب انہوں نے پہلے گھاٹوں کو ترک کر دیا سارے لشکر کو سمیٹا اور دریا کے دوسرے کنارے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ وہ بھی سفر کرنے لگے اس طرح وہ سارے گھاٹ جن پر رام راج کے لشکریوں نے پہرے لگا رکھے تھے جہاں سے دریائے کرشنا کو عبور کیا جا سکتا تھا وہ گھاٹ ہندوؤں نے چھوڑ دیئے۔

تین دن لگاتار سفر کرنے کے بعد مسلمانوں کا لشکر آخری رات کے وقت ایک جگہ رک گیا اس لئے کہ ان کے مخبروں نے خبر دی کہ رام راج کا پورا لشکر دریا کے دوسرے کنارے ان کے متوازی سفر کر رہا ہے اور یہ صورت حال مسلمان

حکمرانوں کے لئے بڑی حوصلہ مندی کا باعث تھی۔ چنانچہ رات کے وقت ایک جگہ دریا کے کنارے لشکر کو روک دیا گیا اور پھر لشکر بڑی تیزی سے پلٹا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے متحدہ لشکر نے تین روز کے اس سفر کو بارہ گھنٹے کے اندر طے کر لیا۔ بڑی تیزی سے ان گھاٹوں کی طرف گئے جہاں سے دریا کو عبور کیا جا سکتا تھا پہلے لشکر کے ایک حصے نے جلدی جلدی دریا کو پار کیا اور دوسرے کنارے پر مسلح ہو کر پہرہ لگا دیا تاکہ اگر رام راج کا کوئی لشکر بھی وہاں پہنچ جائے تو اس پر حملہ آور ہو کر اسے مار بھگایا جائے اس کے بعد پورا لشکر بڑی تیزی اور حفاظت کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر چلا گیا۔

دوسری طرف رام راج کے لشکر کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ مسلمان سالاروں نے ان سے دھوکہ کیا ہے اور یہ کہ انہیں کوئی نیا گھاٹ دریا کو عبور کرنے کے لئے نہیں ملا تھا بلکہ انہوں نے پرانے گھاٹوں سے رام راج کے لشکریوں کو ہٹانے کے لئے ایک چال چلی تھی لہٰذا وہ بھی پلٹے لیکن ان کے پلٹنے کی رفتار مسلمانوں کے لشکریوں کے مقابلے میں بہت کم تھیں لہٰذا جس وقت مسلمانوں کے متحدہ لشکر نے دریائے کرشنا کو عبور کیا اس وقت تک رام راج کا لشکر دریائے کرشنا کے کنارے ان سے لگ بھگ پانچ کوس کے فاصلے پر تھا۔

رام راج بڑا مطمئن تھا اس لئے کہ اس کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اسے اپنی کامیابی اور فتح مندی کا یقین تھا اس لئے اس نے دریائے کرشنا کے کنارے پڑاؤ کر لیا تھا دوسرے طرف مسلمانوں کے متحدہ لشکر نے بھی دریائے کرشنا کے دوسرے کنارے کے ساتھ ساتھ پیش قدمی کرنی شروع کی اور عین

رام راج کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کیا۔

دونوں لشکریوں نے ایک دوسرے کے سامنے اپنی صفیں درست کرنا شروع کیں۔ مسلمانوں کے متحدہ لشکر نے اپنی ترتیب اور اپنی تقسیم کو درست کیا لشکر کے بائیں حصے کو جسے میسرہ کہا جاتا تھا اس پر علی برید اور ابراہیم قطب شاہ کو رکھا گیا میمنہ جسے لشکر کا دایاں بازو سمجھا جاتا تھا وہ علی عادل کے پاس رکھا گیا اور قلب یعنی لشکر کا درمیانی حصہ چاند بی بی کے باپ حسین نظام کی سرکردگی میں دیا گیا تھا ساتھ ہی جنگی ہاتھیوں کو بھی جا بجا متعین کر دیا گیا تھا اس کے بعد مسلمانوں نے اپنی ترتیب درست کر کے دشمن سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا۔

دوسری طرف راجہ رام نے بھی بیجا نگر کے لشکر کو درست کیا اور لشکریوں کو آئندہ کے انعامات اور دل خوش کن وعدوں سے بہلا پھسلا کر لڑنے پر آمادہ کیا رام راج نے بھی اپنے لشکر کی تقسیم مسلمانوں جیسی کی لشکر کا میمنہ یعنی دایاں بازو اس نے اپنے بھائی تمراج کی کمانداری میں دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ ابراہیم قطب شاہ پر ضرب لگائے گا دوسرے بھائی بنکنا دری کو دائیں بازو کا کماندار مقرر کیا گیا اور اسے عادل شاہ پر حملہ آور ہونے کے لئے مقرر کیا گیا جبکہ لشکر کا درمیانی حصہ رام راج نے اپنی کمانداری میں رکھا اس لئے کہ وہ حسین نظام شاہ یعنی چاند بی بی کے باپ سے ٹکرانا چاہتا تھا رام راج نے اپنے ساتھ دو ہزار ہاتھی اور توپ خانہ بھی رکھا تھا۔

چنانچہ دوپہر کے وقت راجہ بڑے تمطراق اور بڑے شان و شوکت کے ساتھ اپنے سنگھاسن پر بیٹھ کر لڑنے کے لئے نکلا جب راجہ کے دیگر سالاروں نے

دیکھا کہ راجہ سنگھاسن یعنی تخت پر بیٹھ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا ہے تو انہوں نے راجہ کو سمجھایا کہ یہ لڑائی ہے جنگ ہے جشن نہیں ہے وہ سنگھاسن پر نہ بیٹھے بلکہ گھوڑے کی پیٹھ پر یا ہاتھی پر سوار ہو کر جنگ میں حصہ لے اور مسلمانوں کا مقابلہ کرے لیکن راجہ رام راج نہ مانا الٹا اپنے سارے سالاروں اور لشکریوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مجھے کسی ہاتھی یا گھوڑے پر بیٹھ کر مسلمانوں کے متحدہ لشکر کا مقابلہ کرنے اور جنگ میں حصہ لینے کی کیا ضرورت ہے میں سنگھاسن پر اس لئے بیٹھا ہوں کہ مسلمان تو میرے لشکر کا چند لمحے بھی مقابلہ نہیں کر سکیں گے لہٰذا میں ان کی شکست کے بعد اپنے سنگھاسن پر بیٹھ کر ان کے فرار کا منظر دیکھوں گا۔

فریقین میں زبردست لڑائی شروع ہوئی ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر تلوار آزمائی کرنے لگے لڑائی کا انداز کچھ ایسا تھا کہ کبھی راجہ رام راج کا پلہ بھاری ہو جاتا اور کبھی مسلمانوں کا راجہ رام کے پچاس ہزار تیر انداز بار بار مسلمانوں پر تیر اندازی کی کوشش کرتے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں مسلمان بھی بڑی جرأت مندی سے مقابلہ کر رہے تھے۔ ایک موقع پر رام راج کے لشکر نے مسلمانوں پر بڑا دباؤ ڈالا اس لئے کہ رام راج کا لشکر مسلمانوں سے کئی گناہ زیادہ تھا قریب تھا کہ رام راج کے اس لشکر کے بے پناہ دباؤ کے سامنے مسلمان کچھ پیچھے ہٹیں چاند بی بی کے باپ حسین نظام نے اس موقع پر ایک ایسا معرکہ مارا جس نے مسلمانوں کو فتح اور کامرانی سے ہمکنار کر دیا۔

رام راج کا خیال تھا کہ مسلمان جنگ سے پہلو تہی کر کے میدان جنگ سے فوراً فرار ہو جائیں گے لیکن جب مسلمانوں نے جم کر لڑنا شروع کیا اور رام راج کے لشکر کی صفوں کو انہوں نے ادھیڑ کر رکھ دیا تب معاملہ اپنے خیالات کے برعکس دیکھتے ہوئے رام راج خوفزدہ ہو کر سنگھاسن سے نیچے اترا اور ایک مرصع کرسی پر بیٹھ گیا راجہ کے حکم کے مطابق اس کے چاروں طرف اشرفیوں اور موتیوں کے انبار لگا دیئے گئے اور راجہ نے اپنے لشکر کے اندر یہ اعلان کر دیا کہ جو لشکری بھی سرخرو ہو کر مسلمانوں کا قتل عام کر کے اس کے پاس پہنچے گا اسے وہ بے حساب اشرفیوں اور نقدی سے لاد کر اکھڑے گا رام راج نے جب یہ اعلان کیا تو اس کے لشکری بڑی جرأت مندی سے مسلمانوں سے لڑنے لگے انہیں لالچ ہو گیا تھا کہ اگر وہ کامیاب ہوئے تو ان کا راجہ رام راج انہیں مالا مال کر دے گا اس طرح اشرفیوں اور انعام کے لالچ میں جنگ پہلے کی نسبت زیادہ خوفناک ہو گئی تھی اور مسلمانوں پر بھی پہلے سے زیادہ دباؤ بڑھنے لگا تھا۔

یہ صورت حال مسلمان سالاروں کے لئے پریشان کن تھی علی عادل شاہ کے علاوہ ابراہیم قطب شاہ اور علی برید بھی مایوس دکھائی دینے لگے تھے لیکن اس موقع پر چاند بی بی کے باپ حسین نظام نے وہ معرکہ سر کیا جو مسلمانوں کی فتح کا باعث بنا۔

حسین نظام نے جب یہ کیفیت دیکھی کہ مسلمان سالار پریشان دکھائی دے رہے ہیں اور مسلمان لشکریوں پر رام راج کی طرف سے دباؤ بڑھ رہا ہے اور مسلمانوں کے ارادے متزلزل ہونے لگے ہیں تو حسین نظام نے ہمت نہیں

ہاری اپنے آپ کو سنبھالے رکھا اور بڑی جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن پر ضرب لگانے کا فیصلہ کیا۔

اگرچہ اس وقت چاروں طرف دشمن کا غلبہ تھا اور اس کی طرف ہزاروں تیر بیک وقت چلائے جا رہے تھے لیکن حسین نظام بغیر کسی خوف خطر کے آگے بڑھنے کا فیصلہ کر چکا تھا اسی دوران حسین نظام کو یہ بھی خبر ہو گئی کہ رام راج نے اپنے گرد دولت کے انبار لگا رکھے ہیں اور یہ کہ اس نے اپنے لشکر میں اعلان کر دیا ہے کہ جو لشکری کامیاب ہو کر اس کے پاس آئیں گے وہ انہیں مالا مال کر دے گا چنانچہ اس کی تدبیر کا توڑ حسین نظام نے بھی کیا۔

حسین نظام کے پاس جو اس وقت خزانہ تھا اس میں جو سکے تھے اس نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ وہ سکے توپ میں بھر کر توپ داغی جائے اور اس کے دشمن کے لشکر کے اندر گرائے جائیں۔

ساتھ ہی لشکر کے ایک حصے کے ساتھ زوردار حملہ کرنے کے لئے حسین نظام خود بھی تیار ہو گیا چنانچہ اس کے حکم کا اتباع کیا گیا تھا کچھ توپوں میں اشرفیاں اور دوسرے سکے بھر کر جب توپوں کو داغا گیا تو وہ سکے راجہ رام راج کے لشکر میں گرنے لگے اس کے لشکری لڑنے کے بجائے مسلمانوں کی طرف سے ہونے والی سکوں کی بارش سے متاثر ہو کر سکے چننے لگے۔

اسی دوران حسین نظام نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ رام راج کے لشکر پر زوردار حملے شروع کر دیئے تھے حسین نظام کے حملے سے رام راج کے لشکر میں سخت پریشانی پھیل گئی۔

رام راج جو اس وقت اسی برس کا بوڑھا ہو چکا تھا حواس باختہ ہو کر دوبارہ سنگھاسن پر بیٹھ گیا اسی دوران حسین نظام شاہ کا ایک ہاتھی جس کا نام غلام علی تھا سنگھاسن کے پاس آ کر لوگوں کو پامال کرنے لگا۔

چنانچہ وہ کہار جنہوں نے رام راج کا سنگھاسن اٹھا رکھا تھا انہوں نے جب مست اور بپھرے ہوئے ہاتھی کو اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ سنگھاسن کو مع رام راج زمین پر پھینک کر اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔

رام راج میدان جنگ میں بے یارو مددگار سنگھاسن پر پڑا رہ گیا کچھ ہی لمحوں بعد مسلمانوں کے ایک فیل بان کی نظر سنگھاسن پر پڑی ایسا خوب صورت سنگھاسن دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا اس نے اس سنگھاسن یعنی تخت کو حاصل کرنے کے لئے اپنے ہاتھی کو اس طرف بڑھایا۔

اتنی دیر تک قریب ہی سے ایک برہمن نمودار ہوا وہ بھاگا بھاگا مسلمان فیل بان کی طرف آیا وہ رام راج کا نمک خوار تھا لہٰذا اس نے رام راج کی جان بچانے کے لئے اس مسلمان فیل بان سے درخواست کی۔

"اس سنگھاسن پر راجہ رام راج سوار ہے تم اس کے لئے گھوڑا لا دو تو راجہ تمہیں بہت انعام و اکرام دے گا۔"

فیل بان نے جونہی راجہ کا نام سنا خوشی سے اس کا دل اچھلنے لگا اس نے فوراً راجہ کو اپنے ہاتھی کی سونڈ میں لپیٹ لیا اور جلدی جلدی ہاتھی کو موڑ کر چاند بی بی کے باپ نظام حسین کے توپ خانے کے افسر رومی خان کے پاس لے گیا۔ رومی خان نے رام راج کو گرفتار کیا اور حسین نظام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ چنانچہ

حسین نظام نے اسی وقت رام راج کو قتل کر دیا اور اس کا سر جسم سے علیحدہ کر کے میدان جنگ میں پھینک دیا۔

ہندو لشکریوں نے جب اپنے راجہ کا کٹا ہوا سر میدان جنگ میں دیکھا تو ان کی ہمت جواب دے گئی اور سر پر پاؤں رکھ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے مسلمان لشکریوں نے بھاگتے ہوئے ہندوؤں کا تعاقب کیا ان گنت ہندوؤں کو موت کے گھاٹ اتارا۔

ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس جنگ میں تین لاکھ ہندوؤں کی جانیں تلف ہوئیں لیکن صحیح روایات کے مطابق اس جنگ میں کام کرنے والے رام راج کے لشکریوں کی تعداد کم از کم ایک لاکھ کے لگ بھگ تھی میدان جنگ سے لے کرانا گندی کے مقام تک جو بیجا نگر سے دس کوس کے فاصلے پر تھا سارا میدان رام راج کے لشکریوں کی لاشوں سے بھر گیا تھا اس کے علاوہ مسلمانوں کے ہاتھوں بے شمار مال غنیمت آیا۔

اس موقع پر سارے مسلمان حکمرانوں نے بھی بڑی فراخدلی سے کام لیا پہلے انہوں نے اس فتح پر خدا کا شکر ادا کیا اس کے بعد یہ حکم دیا کہ سوائے ہاتھیوں کے مال غنیمت میں سے کوئی چیز لشکریوں سے نہ لی جائے جو چیز جس لشکری کے ہاتھ آئی ہے وہ اسی کو عطا کر دی جائے اس سلسلے میں کسی سے کوئی پوچھ گچھ نہ کی جائے۔

یوں اس فتح کی اطلاع چاروں طرف بھجوادی گئی مسلمانوں نے بیجا نگر کے نواح تک کی تمام عمارتوں کو مسمار کر دیا اور اکثر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد

کر دیا یہ عالم دیکھ کر رام راج کے بھائی تنگنادری نے جو میدان جنگ سے فرار ہو کر ایک جگہ روپوش ہو گیا تھا مسلمانوں کے پاس اپنے قاصد بھیجے اور بڑی عاجزی سے جان کی امان کا طلب گار ہوا اس نے چاند بی بی کے شوہر عادل شاہ اور قطب شاہ کے وہ سارے علاقے بھی واپس کرنے کا وعدہ کیا جو اس کے بھائی نے ہتھیا لئے تھے چنانچہ مسلمان حکمران اور حسین نظام اس پر رضا مند ہو گئے دشمن کا قتل عام بند کر دیا گیا اور رام راج کے بھائی تنگنادری کو اس کے حال پر چھوڑ کر مسلمان حکمران اپنے اپنے لشکر کو لے کر واپس ہو لئے اس جنگ میں چاند بی بی بذات خود اپنے شوہر علی عادل شاہ کے ساتھ حصہ تو نہ لیا لیکن مورخین یہ خصوصیت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ چاند بی بی ان مہموں میں اپنے خاوند کے ہمراہ تھی اس نے میدان جنگ کی سختی اور مصائب جھیلے اس کے علاوہ امن کے دور میں وہ اس کے ساتھ شکار کھیلتی اس کو بوقت ضرورت بہت قیمتی مشورے دیتی اور ہر وقت اس کی ہمت بھی بندھاتی رہتی تھی۔

☆☆......☆......☆☆

چاند بی بی کیونکہ جنگوں میں باقاعدہ حصہ لیا کرتی تھی اور ان جنگوں کے دوران اکثر و بیشتر اس کی ملاقات اپنے باپ سے بھی ہو جایا کرتی تھی لہٰذا شادی کے بعد اسے اب تک میکے جانا نصیب نہ ہوا تھا اسی دوران اس کا باپ حسین نظام بھی مر گیا اور اس کی جگہ احمد نگر کا حکمران چاند بی بی کا بھائی اور حسین نظام کا بیٹا مرتضیٰ نظام بنا۔

چاند بی بی کے باپ حسین نظام کی چار بیویاں تھیں جن سے اس کے چار بیٹے اور چار ہی بیٹیاں تھیں چاند بی بی کے دو سگے بھائی تھے اور یہ دو ہی بہنیں تھیں۔ چاند بی بی کی دوسری بہن کا نام خدیجہ بی بی تھا جبکہ حسین نظام کی دوسری بیویوں سے دو بیٹے قاسم اور منصور کے علاوہ دو بیٹیاں آقا بی بی اور جمال بی بی تھیں یہ وہی جمال بی بی تھی جس کی شادی گولکنڈہ کے حکمران ابراہیم قطب شاہ سے ہوئی تھی۔

جب چاند بی بی کا بھائی مرتضیٰ احمد نگر کا حکمران بنا تو احمد نگر اور بیجاپور کے تعلقات آپس میں پھر پہلے کی طرح کشیدہ اور خراب ہونا شروع ہو گئے اسی

دوران چاند بی بی کا شوہر بھی قتل کر دیا گیا اور چاند بی بی بیوہ ہو گئی۔ ہوائیوں کے
چاند بی بی کا شوہر علی عادل شاہ خواجہ سراؤں کا بڑا دلدادہ تھا اس نے احمد آباد کے
حکمران علی برید سے جو دو خوب صورت خواجہ سرا اپنے ہاں منگوائے تھے ان کے
ساتھ جب اس نے ناروا سلوک کرنا شروع کر دیا تو اس کا یہ سلوک ان خواجہ
سراؤں کو ناگوار گزرا چنانچہ ان دونوں خواجہ سراؤں نے چاند بی بی کے شوہر علی
عادل شاہ کا کام تمام کرنے کا عہد کر لیا چنانچہ رات کے وقت ایک خواجہ سرا
جرأت اور ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے علی عادل کے پاس گیا اور خنجر سے وار
کر کے اس نے چاند بی بی کے شوہر علی عادل کا کام تمام کر کے رکھ دیا علی عادل
شاہ کی کیونکہ کوئی اولاد نہ تھی جو اس کے بعد تخت و تاج کی وارث اور مالک ہوتی
لہٰذا اس کے قتل ہونے کے بعد اس کے بھائی کے بیٹے ابراہیم کو ابراہیم عادل شاہ
کے نام سے بیجاپور کا حکمران بنا دیا گیا اس کی عمر اس وقت صرف دس سال تھی لہٰذا
مملکت کا نظام چلانے کے لئے چاند بی بی کو اس کا نگران مقرر کر دیا گیا تھا اس
طرح چاند بی بی کی زیر نگرانی بیجاپور کا نظم و نسق چلنے لگا کیونکہ احمد نگر اور بیجاپور کے
تعلقات چاند بی بی کے شوہر کے دور ہی میں خراب ہو چکے تھے چنانچہ چاند بی بی
کے باپ حسین نظام کے مرنے کے بعد جب اس کا بھائی مرتضیٰ نظام احمد نگر کا
بادشاہ ہوا تو اس نے ان حالات کو آگے بڑھاتے ہوئے بیجاپور پر حملہ آور ہونے
کا ارادہ کر لیا مرتضیٰ نظام چاہتا تھا کہ وہ سرحدی علاقے جو کبھی احمد نگر کے ہوا
کرتے تھے اور ان پر بیجاپور والوں کا قبضہ تھا ان پر وہ قبضہ کرے اس مقصد کے
لئے اس نے پندرہ ہزار کا ایک لشکر ترتیب دیا اور اسے ان علاقوں پر حملہ آور

ہونے کے لئے روانہ کیا۔

دوسری طرف بیجاپور کا کرتا دھرتا کشور خان تھا گو نظام سلطنت سارے کا سارا چاند بی بی کے پاس تھا لیکن چاند بی بی کے تحت دو امیر طاقت اور قوت پکڑ گئے تھے ایک کشور خان اور دوسرا مصطفیٰ خان چنانچہ جب یہ اطلاع پہنچی کہ مرتضیٰ نظام کا لشکر بیجاپور کے علاقوں پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کشور خان نے اس سلسلے میں چاند بی بی سے تو کوئی مشورہ نہ کیا براہ راست اس نے نئے بادشاہ ابراہیم شاہ سے بات کی اور مرتضیٰ نظام کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک لشکر روانہ کر دیا دونوں لشکریوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں چاند بی بی کے بھائی مرتضیٰ کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور وہ فرار ہو گیا۔ اس فتح کے نتیجے میں بیجاپور کے لشکر کو مال غنیمت میں بہت کچھ ملا اس فتح سے بیجاپور شہر میں خوشیاں منائی گئیں تمام گلی کوچوں اور بازاروں میں شربت تقسیم کیا گیا چاند بی بی بھی ان خوشیوں سے علیحدہ نہیں رہ سکتی تھی لہٰذا اس نے بھی حصہ لیا اور کشور خان کو اس نے حکم دیا کہ تمام امیروں کو خلق عطا کی جائے۔ غرض چاند بی بی کے زیر انتظام چلنے والے بیجاپوری لشکر نے اس کے میکے کے لشکر کو شکست دی تھی۔

تاہم اس جنگ کے بعد چاند بی بی نے یہ حکم دیا کہ اس جنگ کے دوران اس کے بھائی کے لشکر کے جو ہاتھی ہاتھ لگے ہیں وہ شاہی اصطبل میں داخل کر دیئے جائیں اس لئے کہ وہ ہاتھی امراء نے آپس میں تقسیم کر لئے تھے چنانچہ امراء نے چاند بی بی کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا اور آپس میں صلاح مشورہ

کرنے لگے بعد میں یہ رائے دی کہ چاند بی بی کی خدمت میں ایک عرض نامہ ارسال کیا جائے جس میں اصل حقیقت بیان کی جائے کیونکہ یہ مشورہ کشور خان نے دیا تھا لہٰذا ان امراء نے یہ بھی پسند کیا کہ چاند بی بی سے یہ بھی درخواست کی جائے کہ وہ کشور خان کو علیحدہ کر کے اس کی جگہ مصطفیٰ کو حکومت کا نظم و نسق چلانے پر مقرر کرے۔

جس وقت امراء میں یہ سازشی کھچڑی پک رہی تھی اس وقت بیجاپور میں یہ بھی خبریں آنی شروع ہوئیں کہ چاند بی بی کا بھائی اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے زور و شور سے تیاریوں میں لگا ہوا ہے۔ چنانچہ بعض امراء نے مشورہ دیا کیونکہ اس وقت اپنی شکست کا سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بذات خود لڑنے کے لئے تیاریوں میں لگا ہوا ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ فی الحال خاموش رہیں اور نظام شاہ کے فتنے کو دبا کر خود پایا تخت میں حاضر ہوں اور چاند بی بی کی رائے کے مطابق اس کو طے کریں۔

چنانچہ اس خاموشی سے کشور خان نے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا چونکہ چاند بی بی کے تحت دو امیر سرکردہ ہو گئے تھے سارا نظم و نسق ان کے ہاتھ میں تھا ایک مصطفیٰ خان اور دوسرا کشور خان چاند بی بی کا جھکاؤ زیادہ مصطفیٰ خان کی طرف تھا اور اسے کشور خان ناپسند کرتا تھا چنانچہ کشور خان حرکت میں آیا اور اس نے مصطفیٰ خان کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ کشور خان اپنے ذمے کوئی الزام بھی نہیں لینا چاہتا تھا اور مصطفیٰ خان کا خاتمہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ شاہی فرمان جاری کیا جائے اس فرمان میں مصطفیٰ خان کے قتل کا حکم صادر کیا جائے

اس طرح کشور خان پر کوئی حرف گیری نہیں آئے گی۔

چنانچہ اس نے چاند بی بی کی طرف سے ایک حکم نامہ لکھا جس میں مصطفیٰ خان کے قتل کا حکم دیا گیا تھا اور کسی نہ کسی طرح اس حکم نامے پر کشور خان نے چاند بی بی کی مہر بھی لگالی ساتھ ہی ایک اور امیر مرزا نور الدین کے ذمے کشور خان نے مصطفیٰ خان کو ہلاک کرنے کی ذمہ داری لگائی چنانچہ مصطفیٰ خان کو ہلاک کروا دیا گیا۔

جب مصطفیٰ خان کے قتل کی خبر چاند بی بی کو ہوئی تو اسے بڑا دکھ اور ملال ہوا۔ لہٰذا چاند بی بی کشور خان سے نفرت کرنے لگی اور اس موقع پر چاند بی بی نے انتہائی سخت الفاظ میں کشور خان کی بے عزتی بھی کی۔ کشور خان نے اس موقع پر تو چشم پوشی کی لیکن دل ہی دل میں اس نے چاند بی بی سے انتقام لینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ چنانچہ چند دن کے بعد اس نے بیجاپور کی سلطنت میں یہ خبر مشہور کرنا شروع کر دی تھی کہ چاند بی بی اپنے بھائی اور احمد نگر کے حکمران مرتضیٰ نظام شاہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور بیجاپور کی سلطنت کے راز خفیہ طور پر اپنے بھائی مرتضیٰ کو پہنچاتی رہتی ہے اور عادل شاہی مملکت سرحدی علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے وہ اپنے بھائی مرتضیٰ کو اکساتی بھی ہے۔

چنانچہ مملکت کے اندر یہ خبریں گردش کرنے لگیں تب کشور خان بیجاپور کے بادشاہ ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چاند بی بی کے خلاف اسے خوب بھڑکایا اس نے ابراہیم عادل شاہ کو یہ بھی مشورہ دیا کہ چاند بی بی کو کچھ عرصہ کے لئے ستارہ نام کے قلعے میں قید کر دینا چاہئے ورنہ وہ اپنے بھائی مرتضیٰ کے

ساتھ مل کر بیجاپور کی سلطنت کے خلاف سازش کرتی رہے گی اور نقصان پہنچائے گی جب نظام شاہی جھگڑوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا تو چاند بی بی کو دوبارہ شاہی محل میں بلا لیا جائے گا۔

ابراہیم عادل شاہ اپنی کم عمری کی وجہ سے ان جہاندیدہ امراء کے سامنے بالکل بے بس اور مجبور تھا۔ اس کے علاوہ سلطنت کے معاملات میں اس کی کوئی رائے کوئی خاص وقعت نہ تھی۔ چنانچہ کشور خان اپنی بات پر زور دیتا رہا اور چاند بی بی کو وہ گرفتار کر کے زندان میں ڈالنے کے لئے سخت بے قرار بھی تھا۔ چاند بی بی کو بھی اس کا علم ہو گیا تھا چنانچہ چاند بی بی شاہی محل حرم سے باہر نکلنے کا نام ہی نہ لیتی تھی اس کے علاوہ محل کی بوڑھی عورتیں اور قدیم خواجہ سرا بھی چاند بی بی کو زبردستی باہر لے جانے میں مانع آتے تھے۔

کشور خان نے دیکھا کہ چاند بی بی کسی طرح قابو میں نہیں آتی تو اس نے خواجہ سراؤں اور کچھ عورتوں کو شاہی محل میں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ زبردستی چاند بی بی کو اٹھا لائیں ان لوگوں نے کشور خان کے حکم کی تعمیل کی اور چاند بی بی کو جبراً شاہی محل سے نکال کر اور ایک پالکی میں بٹھا کر ستارہ نام کے قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔

اسی دوران کشور خان کی بھی بدبختی اٹھ کھڑی ہوئی۔ امراء کا ایک طبقہ اس کے خلاف ہونے لگا جس سے کشور خان کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ چنانچہ اس نے مملکت کے خزانے کا ایک حصہ اپنے ساتھ لیا اور اپنے ساتھ اپنے چار سو جانثاروں کو لے کر بیجاپور سے بھاگ نکلا اس کا خیال تھا کیونکہ مرتضیٰ نظام بیجاپور

پر حملہ آور ہوا تھا لہٰذا بیجاپور والوں سے وہ نفرت کرتا ہوگا اور وہ اسی کے پاس جا کر رہے گا لیکن مرتضٰی نظام کو خبر ہو چکی تھی کہ کشور خان کی وجہ سے اس کی بہن چاند بی بی کو زندان میں ڈالا گیا ہے لہٰذا وہ بھی کشور خان کو ناپسند کرنے لگا تھا۔ کشور خان کو راستے ہی میں خبر ہو گئی کہ اسے احمد نگر کا رخ نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ احمد نگر کا حکمران مرتضٰی نظام اسے ناپسند کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو اسے موت کے گھاٹ ہی اتار دے چنانچہ اس نے گولکنڈہ کا رخ کیا گولکنڈہ قطب شاہی سلطنت کا مرکزی شہر تھا اور وہاں کے حکمران کی بیوی بھی چاند بی بی کی بڑی بہن تھی کشور خان جب وہاں پہنچا تو اسے ایک شخص نے موت کے گھاٹ اتار دیا اس طرح مصطفٰی خان کا قاتل بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا کشور خان کے مارے جانے کے بعد چاند بی بی کو زندان سے نکالا گیا اور اسے واپس محل میں لایا گیا کشور خان کی جگہ چاند بی بی کے ساتھ ایک اور سالار اخلاص خان کام کرنے لگا تھا۔

اب مملکت کا سارا انتظام ایک طرح سے چاند بی بی ہی کے ہاتھ میں تھا یہ صورت حال برار، بیدر اور گولکنڈہ کے حکمرانوں کو پسند نہ آئی۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بیجاپور پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے چاہئے ان لوگوں کا خیال تھا کہ چاند بی بی ان کا مقابلہ نہ کر پائے گی لہٰذا وہ بیجاپور کی مملکت کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر کے آپس میں تقسیم کر لیں گے چنانچہ ان تینوں قوتوں نے ایک خاصا بڑا لشکر تیار کیا اور بیجاپور پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کرنی شروع کی۔

دوسری طرف چاند بی بی کو بھی ان کے حملہ آور ہونے کی خبر ہو گئی لہٰذا اس

نے بھی اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔ چنانچہ اس موقع پر چاند بی بی نے بڑی جرأت مندی، بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا، دشمنوں کی آمد کی وجہ سے وہ ذرا برابر بھی خوف زدہ نہ ہوئی اور ڈٹ کر اس نے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کرلیا حملہ آوروں نے آتے ہی بیجاپور کا محاصرہ کرلیا جتنے دن بھی انہوں نے بیجاپور کا محاصرہ کئے رکھا چاند بی بی برابر ایک مورچے سے دوسرے مورچے میں جاتی رہی یہاں تک کہ ایک موقع پر جب کہ بارش بہت تیزی سے ہو رہی تھی اور ایک جگہ فصیل میں شگاف بھی پڑ گیا تھا لیکن چاند بی بی وہاں اس شگاف کی حفاظت کے لئے خود کھڑی رہی اور اپنے سامنے بند کرادیا۔

یہ محاصرہ پورے ایک سال تک رہا اور پورا ایک سال چاند بی بی بڑی جواں مردی سے تینوں حملہ آوروں کا مقابلہ کرتی رہی اور انہیں پسپا ہونے پر مجبور کردیا۔

☆☆......☆......☆☆

چاند بی بی کو یہ بھی غم اور کرب تھا کہ بیجاپور سے اس کے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کے تعلقات اچھے نہیں ہیں وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ بیجاپور پر کوئی حملہ آور ہو اور نہ ہی یہ پسند کرتی تھی کہ اس کے بھائی مرتضیٰ نظام کو کوئی نقصان پہنچے چنانچہ جس طرح ماضی میں عادل شاہی اور نظام شاہی سلطنتوں کے درمیان جھگڑے اٹھے تھے جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا اور چاند بی بی کا رشتہ علی عادل شاہ کو دے کر دونوں مملکتوں کے درمیان صلح صفائی محبت اور آشتی قائم کردی گئی تھی۔ چاند بی بی نے پھر یہی سلسلہ قائم کرنا چاہا۔ چنانچہ اس نے اس سلسلے میں اپنے بھائی مرتضیٰ نظام سے رابطہ قائم کیا۔ چنانچہ نظام نے ابراہیم عادل شاہ کو محبت آمیز خط لکھا اور اس خط میں مرتضیٰ نظام نے اپنے بیٹے میران شاہ حسین کی شادی ابراہیم عادل شاہ کی بہن خدیجہ سلطانہ سے کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چاند بی بی کیونکہ یہی چاہتی تھی لہٰذا ابراہیم عادل شاہ نے بھی بخوشی اسے تسلیم کرلیا چنانچہ احمد نگر کے بادشاہ مرتضیٰ نظام کے بیٹے میران شاہ یعنی چاند بی بی کے بھتیجے اور ابراہیم عادل شاہ کی بہن خدیجہ سلطانہ کی شادی کا اہتمام بڑی دھوم دھام سے کردیا گیا اس

طرح خدیجہ سلطانہ رخصت ہو کر بیجاپور سے احمد نگر روانہ ہوئی۔

اس موقع پر پہلی بار چاند بی بی بیجاپور سے نکل کر اپنے آبائی شہر احمد نگر گئی تھی اس لئے کہ اسے اپنے بھائی نظام سے ملنے کی بڑی آرزو اور خواہش تھی احمد نگر پہنچ کر چاند بی بی نے اندازہ لگایا کہ وہاں کے حالات دن بدن خراب ہوتے جا رہے ہیں چنانچہ وہاں کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اسے بڑا دکھ اور صدمہ ہوا وہ وہاں قیام کرنا چاہتی تھی کہ بیجاپور میں ابراہیم عادل شاہ کی شادی کا مسئلہ اٹھا جس کی بناء پر چاند بی بی کو احمد نگر سے واپس بیجاپور آنا پڑا۔

چنانچہ چاند بی بی احمد نگر سے بیجاپور پہنچی اور ابراہیم عادل شاہ نے اس پر انکشاف کیا کہ وہ قطب شاہی مملکت کے حکمران ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی کو پسند کرتا ہے چنانچہ اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے گولکنڈہ کی طرف قاصد بھجوائے گئے اور رشتہ مانگا گیا اور قطب شاہیوں نے یہ رشتہ تسلیم کر لیا لیکن اسی دوران ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی اس لئے کہ جب ابراہیم عادل شاہ اور قطب شاہی شہزادی کا نکاح ہو گیا اور اس نکاح کی اطلاع احمد نگر کے حکمران مرتضیٰ نظام شاہ کو ہوئی تو وہ بڑا خفا اور برہم ہوا اس لئے کہ شہزادی کا جس سے نکاح ہوا تھا وہ ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی اور گولکنڈہ کے موجودہ حکمران محمد قلی قطب شاہ کی بہن تھی اس کے علاوہ وہ مرتضیٰ نظام شاہ کی بھانجی تھی اس لئے کہ چاند بی بی کی بہن کی شادی وہاں ہوئی تھی۔

چنانچہ جب محمد قلی قطب شاہ کو مرتضیٰ نظام شاہ کی اس خفگی اور ناراضگی کا علم ہوا تو اس نے اپنی بہن کی رخصتی کو موخر کر دیا۔

بیجاپور کے حکمران ابراہیم عادل شاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بڑا برہم ہوا اس نے ارادہ کرلیا کہ پہلے احمد نگر پر حملہ آور ہو کر مرتضٰی نظام شاہ سے نمٹے گا اس کے بعد گولکنڈہ پر حملہ آور ہو کر محمد قلی کو سیدھا کر کے اپنی بیوی کی رخصتی کا اہتمام کرے گا چنانچہ ایک جرار لشکر اس نے تیار کیا اور پہلے اس نے احمد نگر کا رخ کیا یہ سارے حالات چاند بی بی کے لئے بڑے پریشان کن تھے۔

پھر حالات نے اچانک پلٹا کھایا ابراہیم عادل شاہ کو راستے ہی میں خبر ہو گئی کہ مرتضٰی نظام اس کے خلاف نہیں ہے صرف اس کو یہ رنج ہے کہ یہ رشتہ طے کرنے میں کم از کم اسے بیچ میں رکھنا چاہئے تھا اس لئے کہ لڑکی اس کی بھانجی تھی بہر حال جو غلط فہمیاں اٹھی تھیں وہ دور ہو گئیں اور قطب شاہیوں نے اپنی لڑکی کو رخصت کر کے بیجاپور بھیج دیا اب ایک بار پھر احمد نگر اور بیجاپور کے حالات کافی حد تک مصالحانہ اور درست ہو گئے تھے۔

اسی دوران احمد نگر کے اندرونی حالات خراب ہو گئے ہوا یوں کہ احمد نگر کے امراء سلطنت میں خرابیاں پیدا کرنے کے لئے فتنہ پردازیاں کرنے لگے تھے انہی فتنہ پردازوں نے ایک روز احمد نگر کے بادشاہ مرتضٰی نظام سے کہا۔

کچھ اراکین سلطنت نے یہ طے کیا ہے کہ آپ کو بادشاہ سے معزول کر کے شہزادہ میران حسین کو تخت نشین کر دیا جائے۔

یہ خبر سن کر مرتضٰی نظام کے تن بدن میں آگ لگ گئی وہ خیال کرنے لگا اس کا اپنا بیٹا میران حسین کچھ اراکین سلطنت کے ساتھ ساز باز کر کے اسے تاج و تخت سے محروم کرنا چاہتا ہے لہٰذا مرتضٰی شاہ اپنے بیٹے میران شاہ کو قتل کرنے پر

آمادہ ہو گیا اس موقع پر مرتضیٰ نظام نے اپنے بیٹے میران شاہ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن سلطنت کے کچھ سرکردہ امراء کیونکہ میران حسین کے ساتھ تھے لہذا وہ بچ نکلا اور گرفتار نہ ہو سکا اس طرح دونوں باپ بیٹے کے درمیان نفرت اور دوری کی خلیج گہری ہوتی چلی گئی پھر ایک بہت بڑا حادثہ پیش آیا اور وہ یہ کہ ایک خواب سرا نے سازش سے کام لیتے ہوئے احمد نگر کے بادشاہ مرتضیٰ خان کے کھانے میں زہر ملا دیا اس نے جب یہ کھانا کھایا اس کے پیٹ میں درد ہونے لگا اور متلی ہونے لگی اور اس کی آنتوں میں درد رہنے لگا یہاں تک کہ وہ سواری کے قابل نہ رہا اور بیمار پڑ گیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ مرتضیٰ خان اور میران حسین کے درمیان نفرت اور دوری ایسی گہری ہو چکی تھی کہ جب مرتضیٰ خان بیمار پڑ گیا حرکت کرنے کے قابل نہ رہا تب میران حسین نے سمجھا کہ اب اسے اپنے باپ سے کوئی خطرہ نہیں ہے چنانچہ وہ ایک روز اپنے باپ کے پاس آیا انتہائی بے ادبی اور انتہائی بے مروتی سے وہ اپنے باپ سے پیش آیا اس موقع پر میران حسین نے بڑے ناپسندیدہ الفاظ اپنے باپ کے حق میں ادا کئے یہ الفاظ سن کر احمد نگر کا بادشاہ مرتضیٰ نظام حیرت کی نگاہوں سے اپنے بیٹے میران حسین کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ میران حسین نے اپنی تلوار اپنے باپ کے سینے پر رکھ دی اور کہا۔

جی چاہتا ہے کہ تلوار کو تیرے سینے میں اتنے زور سے گھونپ دوں کہ پیٹھ کی طرف نکل جائے۔

اپنے بیٹے کے ان الفاظ پر نظام شاہ نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

"ارے مردود اے عاق شدہ بیٹے تیرا باپ اب چند روز کا مہمان ہے تو اگر اس پر رحم کرے تو ٹھیک ہے ورنہ جو تیرے جی میں آئے کرلے۔"

مرتضیٰ نظام شاہ کیونکہ ان دنوں سخت بیمار تھا لہٰذا اس کے بیٹے میران حسین نے من مانی کرنا شروع کر دی تھی چنانچہ اس نے اپنے باپ کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کرلیا۔ میران حسین نے یہ بھی نہ سوچا کہ اس کا باپ آخری دموں پر ہے چند روز کا مہمان ہے لہٰذا اسے اس کی خدمت کرنی چاہئے بیماری کی حالت میں بھی اس نے اپنے باپ کی حالت پر رحم نہ کھایا اور اس نے حکم دیا کہ بادشاہ کو حمام میں لے جایا جائے حمام کا دروازہ بند کر کے اس کے نیچے انتہائی تیز آگ روشن کی جائے اور حمام کے تمام سوراخ بند کر دیئے جائیں اور بادشاہ تک پانی کی ایک بوند تک نہ پہنچنے دی جائے۔

یوں میران حسین حمام میں اپنے باپ کا خاتمہ کرنے کے بعد احمد نگر کا حکمران ہوا۔

☆☆......☆......☆☆

یہ حالات چند بی بی کے لیے نا قابل برداشت تھے چنانچہ ایک بار پھر وہ بیجا پور سے احمد نگر منتقل ہو گئی۔ دوسری طرف میران حسین کو تخت و تاج حاصل کرنے میں اسے ایک امیر مرزا خان نے بڑی مدد کی تھی۔ چنانچہ حکمران بننے کے بعد اس نے مرزا خان کو تمام سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا چنانچہ سازشی مرزا خان نے یہ ارادہ کیا کہ میران حسین کو الگ کر کے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے۔

دوسری طرف میران حسین شر پسند شکی مزاج اور کینہ پرور انسان تھا۔ اس وجہ سے مرزا کو اپنی آرزو پوری کرنے کا موقع نہ ملا۔ بادشاہ نے اپنے دایہ زادوں اور دوسرے دوستوں کو اپنے امیروں میں شامل کیا اور ہر روز شب روز عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا میران شاہ اوباش اور بد معاش قسم کا انسان تھا اس کی عادت تھی کہ وہ رات کے وقت مست اور سرشار ہو کر اوباشوں اور کمینوں کے ہمراہ شہر میں گشت لگایا کرتا تھا اور جو شخص بھی سامنے آتا اسے ہلاک کر دیا کرتا تھا۔ چاند بی بی کے لئے اپنے بھتیجے میران حسین کے یہ سارے کارنامے نا قابل برداشت تھے۔

چاند بی بی تو اپنے باپ کی سلطنت کو سنوارنے آئی تھی لیکن یہاں حالات دن بدن خراب ہوتے چلے جارہے تھے وہ آنکھیں بند کر کے مرزا خان پر اعتبار کیا کرتا تھا یہاں تک کہ اس کے بدکردار دوستوں کے ایک گروہ نے ایک بار اس سے کہا۔

مرزا خان نے تمہارے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کے بھائی شہزادہ قاسم کو قلعہ جنیر سے خفیہ طور پر اپنے مکان میں ٹھہرایا ہے تاکہ موقع پاکر تم کو معزول کر دیا جائے اور قاسم کو تاج و تخت کا مالک بنا دیا جائے۔

یہ سن کر میران حسین بڑا پریشان ہوا لہٰذا اس نے فوراً مرزا خان کو گرفتار کر لیا۔ دوسرے دن بادشاہ کو علم ہوا کہ مرزا خان کے بارے میں جو کچھ اسے بتایا گیا تھا وہ سب کچھ غلط ہے چنانچہ بادشاہ نے مرزا خان کو رہا کر کے اس کے منصب پر اسے بحال کر دیا اور اس کی پہلے کی طرح عزت افزائی کرنے لگا۔

اب مرزا خان کا اقتدار پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا تھا بادشاہ کے رضائی بھائی آنکس خان اور طاہر خان کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ ہر وقت بادشاہ میران حسین سے مرزا خان کی شکایتیں کرنے لگے۔ میران حسین بھی اپنے بھائیوں کی شکایتوں سے متاثر ہوا کبھی کہتا میں مرزا خان کو ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوا دوں گا کبھی کہتا میں گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا اور یہ ساری خبریں مرزا خان تک بھی پہنچنے لگیں۔

چنانچہ مرزا خان کو معلوم ہو گیا کہ بادشاہ اس سے متعلق کن کن خیالات کا اظہار کر رہا ہے چنانچہ اس نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے میران حسین کو

معزول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ مرزا خان نے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا چاند بی بی کے ایک بھائی کا نام برہان شاہ تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے ایک کا نام ابراہیم اور دوسرے کا نام اسماعیل، دونوں بھاگ کر آگرہ میں شہنشاہ اکبر کے پاس چلے گئے تھے مرزا خان نے ان میں سے اسماعیل کو احمد نگر کے تاج و تخت کا مالک بنانے کا تہیہ کرلیا چنانچہ اس نے اسماعیل کو بلایا اس کے بعد مرزا خان نے اپنے سارے حلیفوں اور بہی خواہوں کو جمع کیا اور قلعے کا دروازہ بند کر کے بادشاہ میران حسین کو گرفتار کرلیا۔ چنانچہ میران حسین کو گرفتار کرنے کے بعد مرزا خان نے اسماعیل کو احمد نگر کا بادشاہ بنا دیا اس وقت اسماعیل کی عمر صرف نو سال کی تھی۔

جس وقت یہ ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی اس وقت قلعے کے دروازے پر میران حسین کا وفادار سالار جمال خان نمودار ہوا اس نے میران حسین سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا اور مرزا خان سے کہا ہمیں یا تو بادشاہ کی صورت دکھائی جائے یا ہمیں اس کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے اس لئے کہ جمال خان کو شک ہو گیا تھا کہ میران حسین کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔

چنانچہ مرزا خان نے نہایت متکبرانہ انداز میں کہا۔

"میران حسین اس قابل نہیں ہے کہ اسے بادشاہ رکھا جائے اب ہم سب کا بادشاہ اسماعیل ہے وہ ابھی باہر آ کر تم سب کا سلام قبول کرے گا۔"

جمال خان برہم ہوا اور سارے شہر میں منادی کرادی کہ مرزا خان نے میران حسین کو قید کرلیا اور کسی اور کو بادشاہ بنالیا ہے۔

چنانچہ جمال خان کی اس منادی سے لوگوں کے اندر اشتعال پھیل گیا اور لوگ گروہ در گروہ قلعے کے پاس جمع ہونے لگے حتیٰ کہ پانچ چھ ہزار افراد کا مجمع وہاں جمع ہو گیا اور ان کے ساتھ جمال خان نے قلعے پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

مرزا خان نے ان کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا اس موقع پر کسی نے مرزا خان کو یہ مشورہ دیا کہ یہ ساری ہنگامہ آرائی اور ساری تگ و دو کیونکہ میران حسین کی وجہ سے ہو رہی ہے اگر میران حسین کو ہی ختم کر دیا جائے تو معاملہ ہی ختم ہو جائے گا چنانچہ مرزا خان کو یہ بات پسند آئی اس نے میران حسین کو قتل کر دیا اس کے بعد مرزا خان نے میران حسین کا کٹا ہوا سر قلعے کے دروازے کے برج پر لٹکا دیا اور ساتھ ہی بلند آواز میں لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم لوگوں کا شور شرابا میران حسین کے لئے تھا اس کا سر حاضر ہے تم لوگوں کو چاہئے کہ اسماعیل بن برہان شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لو اور اس کی اطاعت اور وفاداری کا عہد کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔

میران حسین کیونکہ چاند بی بی کا بھتیجا تھا اور حالات کچھ ایسے پیچیدہ ہو گئے تھے کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی باغی احمد نگر کے اندر دندناتے پھر رہے تھے اسی دوران مرزا خان سے نمٹنے کے لئے میران حسین کے مخلص سالار جمال خان نے ایک ترکیب استعمال کی جس وقت میران حسین کا سر کاٹ کر برج کے سامنے لٹکایا گیا اس وقت قلعے کے پاس سے لگ بھگ سو بیل گزر رہے تھے جن کے اوپر خشک چارہ لدا ہوا تھا۔

جمال خان نے ان بیلوں کو روک لیا ان کے اوپر جو خشک چارہ لدا ہوا تھا اس کے ڈھیر قلعے کے دروازے کے سامنے لگا دیئے اور چارے کو آگ لگا دی خشک چارے نے فوراً آگ پکڑ لی اور چاروں طرف جب آگ بھڑک اٹھی تو قلعے کا دروازہ بھی جل کر خاکستر ہو گیا۔ اس طرح جمال خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مرزا خان اور اس کے ہمنواؤں کے خلاف حرکت میں آیا ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا جبکہ مرزا خان اپنی جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

مرزا خان کی بدقسمتی کہ چار دن بعد اسے جیر کے مقام پر گرفتار کر لیا گیا اسے جمال خان کے سامنے پیش کیا گیا اور جمال خان کے حکم کے مطابق پہلے تو اسے گدھے پر سوار کر کے چاروں طرف گھمایا گیا بعد میں اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔

چاند بی بی کے بھتیجے میران حسین نے کل دو سال تین دن تک حکومت کی چونکہ اس نے اپنے باپ کا انجام برا کیا تھا سو اس کا اپنا انجام بھی برا ہوا جس طرح ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے ہلاک کر دیا تھا تو وہ ایک سال بعد خود بھی مارا گیا جس طرح عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے اپنے باپ متوکل باللہ کو قتل کرنے میں کردار ادا کیا تو وہ خود بھی سال بھر سے زیادہ تخت پر نہ بیٹھا بالکل ایسا ہی واقعہ میران حسین کے ساتھ ہی پیش آیا اس نے اپنے باپ کی جان لی تھی اپنے باپ کو حمام کے اندر گرم کر کے اس نے مار دیا تھا لہٰذا اس کا اپنا انجام بھی برا ہوا اس طرح چاند بی بی کے بھتیجے میران حسین کا خاتمہ ہوا اور اب

میران حسین کا سوتیلا بھتیجا اسماعیل احمد نگر کا حکمران بن گیا تھا۔ اسماعیل بھی احمد نگر کے روز بروز خراب ہوتے حالات پر گرفت نہ کر سکا۔ امراء کا ایک گروہ اس کے خلاف ہو گیا۔ وہ بھی تخت و تاج سے محروم کر دیا گیا اس کی جگہ برہان نظام کو بادشاہ بنا دیا گیا اس کی حکومت بھی مختصر عرصے کے لئے رہی اور اس کی جگہ ابراہیم نظام کو احمد نگر کا حکمران بنا دیا گیا جب ابراہیم نظام احمد نگر کا حکمران بنا تو ایک امیر میاں منجوں کو اس کا وزیر مقرر کیا یہ شخص میاں منجوں دکنی کہلاتا تھا جب ابراہیم نظام شاہ احمد نگر کا حکمران بنا تو اس کے امراء ان دنوں دو بڑے گروہوں میں تقسیم تھے ایک گروہ اسی میاں منجوں دکنی کا خیر خواہ تھا اور دوسرا گروہ ایک اور سر کردہ امیر اخلاص خان کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا تھا یہ دونوں گروہ ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ اور بے نیاز رہتے اور ان ہی کی وجہ سے احمد نگر کی مملکت میں انتشار پھیلا ہوا تھا اس طوائف الملوکی کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطنت کے تمام آب و تاب جاتی رہی ہر شخص اپنے آپ میں مست رہنے لگا کسی کو کسی کا خیال تک نہ تھا۔ یہی وہ حالات تھے جو چاند بی بی کے لئے انتہائی تکلیف دہ اور ناقابل برداشت تھے۔

☆☆......☆......☆☆

اسی دوران ایک اور حادثہ پیش آیا وہ یہ کہ ابراہیم عادل شاہ کا ایک سفیر احمد نگر میں داخل ہوا۔ اس سے ناروا سلوک کیا گیا اور ایک طرح سے اس کی بے عزتی کی گئی۔ یہ صورت حال بیجاپور کے حکمران عادل شاہ کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ عادل شاہ جو اصل میں ابراہیم عادل شاہ تھا اس نے فیصلہ کیا کہ احمد نگر کے حالات ابتر ہو رہے ہیں لہٰذا اس پر حملہ آور ہو کر اس کے حالات بہتر بنانے چاہئیں یہ سوچ کر اس نے ایک لشکر تیار کیا اور احمد نگر پر حملہ آور ہونے کو روانہ کیا۔

اب احمد نگر میں دو گروہ تھے ایک اخلاص خان کا اور دوسرا میاں منجوں کا اخلاص خان اور اس کے ساتھیوں کی یہ رائے تھی کہ لشکر جمع کر کے سرحد پر بیجاپور کے حکمران کا مقابلہ کرنا چاہئے جبکہ میاں منجوں کی یہ رائے تھی کہ مقابلہ نہیں کرنا چاہئے ہماری اتنی عسکری قوت نہیں ہے کہ ہم بیجاپور کا مقابلہ کر سکیں لہٰذا اس وقت ہمیں اپنے کچھ آدمیوں کو تحفے تحائف دے کر بیجاپور کے حکمران کو راضی کر لینا چاہئے۔

لیکن اخلاص خان بہت نا سمجھ اور کوتاہ اندیش تھا وہ اپنی رائے پر اڑا رہا یہاں منجوں کی ایک نہ مانی احمد نگر کا بادشاہ ابراہیم نظام شاہ بھی اخلاص خان کا طرف دار تھا لہٰذا وہ لشکر لے کر روانہ ہوئے جب یہ نظام شاہی لشکر سرحد پر پہنچا تو میاں منجوں نے ایک بار پھر ان لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے ایک مجلس منعقد کی اور کہا۔

بیجاپور کا حکمران اپنے ملک میں بیٹھا ہوا ہے اس کے لشکر نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا یہ امر کسی طرح مناسب نہیں کہ جنگ کا آغاز ہماری طرف سے ہو صلح کے دروازے اب بھی کھلے ہوئے ہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ نرمی اور دوستی کو اپنا شعار بنایا جائے اور جنگ سے کنارہ کشی کی جائے۔

ابراہیم اس وقت شراب کے نشے میں دھت تھا اسے اچھائی برائی کی کوئی تمیز نہ تھی۔ چنانچہ میاں منجوں کی تجویز رد کر دی اس موقع پر میاں منجوں کو خبر ہوئی کہ عادل شاہیوں کا ایک لشکر حمید خان حبشی کی سرکردگی میں پیش قدمی کر رہا ہے چنانچہ میاں منجوں نے حمید خان حبشی کے نام پیغام بھیجا۔

ہمارا بادشاہ جوانی کے نشے میں سرشار ہے ابھی ناتجربہ کار ہے اس کے مقربین انتہائی بدفطرت اور کینہ پرور ہیں اس پر ستم یہ کہ بادشاہ شراب میں ڈوبا رہتا ہے اور ہوش حواس ٹھکانے نہیں اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ آج کے دن معرکہ آرائی سے باز رہیں ہو سکتا ہے کہ ہم اس دوران موقع پا کر بادشاہ کو حالات کے نشیب و فراز سے آگاہ کر کے واپس کر دیں چنانچہ حمید خان نے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کئے رکھی۔

حمیدہ خان نے جنگ سے ہاتھ کھینچا تو ابراہیم نظام شاہ کیونکہ اصل حقیقت کی خبر نہ تھی اس نے سمجھا کہ حمید خان نے اس کے مقابلے سے خائف ہو گیا ہے بھاگ گیا ہے لہٰذا وہ سارا دن اسی میدان میں کھڑا رہا رات ہوئی تو میاں منجوں اور اس کے ساتھیوں نے ایک بار پھر بادشاہ کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ مانا۔

حمید خان کو جب اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو اس نے بھی جلد از جلد اپنے لشکر کو تیار کیا اور خم ٹھونک کر احمد نگر کے لشکر کے سامنے آیا خوف ناک جنگ ہوئی جس کے درمیان میں ایک عادل شاہی سوار نے ابراہیم پر نیزے سے حملہ کیا اور وہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا اور زمین پر گرتے ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اس نے صرف دو دن کم چار مہینے حکومت کی۔ اس کے مارے جانے کے بعد میاں منجوں نے بڑی تیزی اور برق رفتاری سے احمد نگر کا رخ کیا اور اس نے احمد نامی ایک بارہ سالہ لڑکے کو جو نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اسے دولت آباد سے بلا کر تخت نشین کیا جبکہ مرنے والے بادشاہ ابراہیم نظام کے شیر خوار بیٹے کو جیر کے قلعے جوند میں قید کر دیا اب جو حالات احمد نگر میں پیدا ہوئے تھے وہ کیونکہ اپنی انتہا تک پہنچ گئے تھے لہٰذا چاند بی بی زیادہ برداشت نہ کر سکی اور اب اس نے عملی طور پر حالات کو درست کرنے کے لئے سامنے آنے کا تہیہ کر لیا۔

گو میاں منجوں نے ایک شخص احمد شاہ کو جو ابھی بارہ سال کا کم سن لڑکا ہی تھا حکمران بنا دیا تھا احمد نگر کے خزانے پر بھی قبضہ کر لیا تھا لیکن احمد نگر کے بہت

سے امراء جن میں چاند سلطان نمایاں تھا وہ مرنے والے ابراہیم نظام کے بیٹے بہادر شاہ کے حق میں تھا اور اسی بہادر شاہ کو میاں منجھوں نے جوند کے قلعے میں نظر بند کر دیا تھا جہاں تک چاند بی بی کا تعلق تھا تو چاند بی بی بھی اسی بہادر شاہ کے حق میں تھی اسی دوران یہ افواہیں اڑنے لگیں کہ احمد شاہ جسے احمد نگر کا حکمران بنایا گیا تھا اس کا تعلق نظام شاہی خاندان سے نہیں ہے یہ خبر سن کر اخلاص خان اور دوسرے امراء کو بڑی شرمندگی ہوئی اور احمد شاہ کو معزول کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

چنانچہ اس معاملے کی تحقیقات کرنے کا فیصلہ کیا گیا دراصل جس وقت چاند بی بی کا باپ حسین نظام شاہ تخت پر بیٹھا تھا تو حسین نظام شاہ کے کچھ حقیقی بھائی تھے جن میں محمد خدابندہ شاہ علی محمد باقر عبدالقادر اور شاہ حیدر نمایاں تھے وہ حسین نظام کے خوف سے چاروں ہندوستان کے مختلف حصوں میں جا کر بس گئے تھے اور عافیت سے رہنا شروع کر دیا تھا۔

چاند بی بی کا بھائی مرتضیٰ نظام کے عہد حکومت میں شاہ طاہر نامی ایک شخص حیدرآباد سے آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ محمد خدابندہ نے فلاں تاریخ کو تلنگانہ میں سفر آخرت اختیار کیا اور میں اس کا صلبی بیٹا ہوں اور غم روزگار اور طرح طرح کی پریشانیوں کی وجہ سے میں اپنے موروثی ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے امیروں خاص طور پر صلابت خان نے اس معاملے میں تحقیق کی لیکن کیونکہ ایک زمانہ گزر چکا تھا لہٰذا شاہ طاہر کے سچا یا جھوٹا ہونا

ثابت نہ ہوسکا امراء نے ذرا احتیاط اور دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے شاہ طاہر کو ایک قلعے میں بند کر دیا اور چند ایسے افراد کو جو محمد خدا بندہ کو اچھی طرح جانتے تھے برہان شاہ ثانی کے پاس روانہ کیا جو ان دنوں اکبر بادشاہ کے پاس آگرہ میں مقیم تھا۔

نظام شاہی امیر نے برہان شاہ کو یہ پیغام دیا اس حلیے کا ایک آدمی جو اپنا نام شاہ طاہر بتاتا ہے احمد نگر میں ہمارے پاس آیا ہے اس کا دعوئی ہے کہ وہ محمد خدا بندہ کا بیٹا ہے کیونکہ شہزادہ سلطان محمد کی زندگی کا بیشتر حصہ اس علاقے میں بسر ہوا ہے اس لئے یقین ہے کہ آپ کو شہزادے کے حالات سے اطلاع ہوگی اگر آپ اس سلسلے میں کچھ بتائیں تو ہم آپ کے بڑے ممنون ہوں گے۔

برہان شاہ نے اس پیغام کا جواب یہ دیا۔

محمد خدابندہ کا انتقال میرے ہی مکان میں ہوا تھا اور اس کے تمام متعلقین، عورتیں اور مرد میرے ہی گھر میں مقیم ہیں اگر کوئی شخص آپ کو سلطان محمد کا بیٹا بتاتا ہے تو وہ بالکل جھوٹا ہے۔

یہ حقیقت واضح ہوئی تو اس دور کے سرکردہ امیروں میں سے صلابت خان وغیرہ اصل حقیقت سے تو واقف ہو گئے مگر وہ عام لوگوں کو اس امر کا یقین نہ دلا سکے کہ شاہ طاہر جھوٹا ہے لہٰذا انہوں نے اس شخص کو قلعے میں بند رہنے دیا تاکہ وہ قید کے عالم میں وفات پا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا شاہ طاہر نے دوران اسیری انتقال کیا اور اب احمد نام کا وہ شخص جسے احمد نگر کا حکمران بنایا گیا تھا وہ اسی طاہر شاہ کا بیٹا تھا جسے میاں منجوں نے شاہی خاندان کا رکن سمجھ کر اسے تخت و

تاج کا مالک بنا دیا تھا۔

اب صورت حال زیادہ گھمبیر ہو گئی تھی میاں منجوں احمد شاہ کو احمد نگر کا بادشاہ تسلیم کر رہا تھا جبکہ دوسرا گروہ جس کی کمانداری اخلاص خان کے ہاتھ میں تھی وہ اب احمد خان کا مخالف ہو چکا تھا وہ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ احمد کا شاہی خاندان سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا کسی بھی صورت اسے بادشاہ کی حیثیت سے قبول نہیں کیا جا سکتا چنانچہ دونوں گروہ آپس میں ٹکرانے لگے ان کا سب سے بڑا ٹکراؤ ذوالحجہ کے مہینے میں کالا چبوترا کے پاس ہوا دونوں گروہ بری طرح ایک دوسرے سے ٹکرائے اس موقع پر میاں منجوں نے احمد شاہ کو ایک برج کے اوپر بٹھایا شاہی چھتر اس کے سر پر سایہ فگن کیا اور ایک طرح سے لوگوں کو یہ دکھانا چاہا کہ احمد نگر کا بادشاہ احمد شاہ ہی ہے اب اندر ہی اندر ایک تیسرا گروہ بھی جنم لے رہا تھا اور وہ گروہ چاند بی بی کا تھا۔ چاند بی بی اخلاص خان کے حق میں تھی اور نہ میاں منجوں کی طرف دار تھی وہ ہر اس گروہ کا ساتھ دینے کے لئے تیار تھی جو دولت آباد میں قید میں ڈالے جانے والے نظام شاہی خاندان کے لڑکے بہادر شاہ کو تاج وتخت کا مالک تسلیم کرے چنانچہ تینوں گروہ اندر ہی اندر ایک دوسرے کے خاتمے کے درپے ہو گئے تھے۔

کالا چبوترا کے پاس جب اخلاص خان اور میاں منجوں دونوں کے گروہ آپس میں ٹکرائے اور کوئی فیصلہ نہ ہوا تب دونوں پھر زور شور سے تیاری کرنے لگے میاں منجوں نے اپنے ایک ساتھی سالار میاں حسن کو رات کے وقت بہترین قسم کے سات سو سواروں کے ساتھ اخلاص کے ساتھیوں پر حملہ آور ہونے کے

حال سے اسے آگاہ کریں شہنشاہ اکبر کو ان لوگوں نے احمد سے متعلق یہ اطلاع دی کہ احمد نگر کے امراء اور حکمران طبقہ اکبر کی بالادستی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور یہ اطلاع پا کر اکبر سخت طیش میں آیا چنانچہ اس نے اپنے لڑکے مراد کو شروع میں گجرات کی طرف بھیجا تھا تاہم اسے یہ اجازت دے دی تھی کہ وہ احمد نگر پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر سکتا ہے ساتھ ہی اکبر نے اپنے بیٹے مراد کو دکن کے معاملات میں پوری طرح مداخلت کرنے کی بھی اجازت دے دی تھی اکبر نے صرف احمد نگر ہی نہیں بیجا پور گولکنڈہ کی مملکتوں پر بھی نگاہ رکھی ہوئی تھی اور ان کی صورت حال سے بھی اس کے مخبر اسے اطلاع کر رہے تھے اب بیجا پور اور گولکنڈہ والوں نے یہ عقل مندی کی کہ انہوں نے اکبر کے نمائندوں کو تحفے، تحائف اور چاپلوسی کے ذریعے مطمئن کر دیا اور آگرہ کے لئے بھی قیمتی تحائف دے کر ایک طرح سے صورت حال کو اپنے حق میں کر لیا احمد نگر کے حالات کیونکہ مختلف تھے وہاں انتشار پھیلا ہوا تھا لہٰذا کسی نے احمد نگر کے حالات سے متعلق شہنشاہ اکبر کو مطمئن کرنے کی کوشش نہ کی اس دوران جب احمد نگر کے میاں منجوں کے قاصد گجرات میں اپنے لشکر کے ساتھ مقیم شہزادہ مراد کے پاس پہنچے اور منجوں کا پیغام شہزادہ مراد کو ملا تو مراد بڑا خوش ہوا اسے تو پہلے ہی شہنشاہ اکبر نے احمد نگر پر حملہ آور ہونے کی اجازت دے رکھی تھی اب جو میاں منجوں نے احمد نگر کے حالات سے اسے آگاہ کیا اور احمد نگر پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تو شہزادہ مراد فوراً اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور احمد نگر کی طرف بڑھا۔

اب ایک نئی صورت حال یہ سامنے آئی کہ میاں منجوں نے شہزادہ مراد کو تو طلب کر لیا تھا لیکن اس کی اس حرکت کے چند ہی دن بعد احمد نگر میں بھی ایک انقلاب رونما ہوا وہ یہ کہ اس کے مخالف سردار اخلاص کے تحت جو حبشی کام کر رہے تھے ان کے اندر پھوٹ پڑ گئی اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے اور آپس میں بھی ٹکراتے ہوئے ایک طرح سے طوفان بدتمیزی شروع کر دیا اور اس دوران انہیں حبشیوں کا ایک گروہ اخلاص خان کو چھوڑ کر میاں منجوں سے مل گیا اس طرح احمد نگر میں میاں منجوں کی حالت پہلے کی نسبت بہت بہتر ہو گئی۔ اس صورت حال نے میاں منجوں کو بڑا خوش کیا۔ چنانچہ وہ اپنے سارے حمایتیوں کو لے کر نکلا احمد نگر کی نماز گاہ کے قریب وہ اخلاص خان اور اس کے حمایتیوں سے ٹکرایا اور انہیں بدترین شکست دی اخلاص خان اور اس کے حمایتی حبشیوں کی بدقسمتی کہ انہوں نے موتی نام کے جس جوان کو احمد نگر کا بادشاہ قرار دے رکھا تھا میاں منجوں نے اسے بھی گرفتار کر لیا تھا۔

چونکہ شہزادہ مراد کے احمد نگر پہنچنے سے پہلے ہی میاں منجوں اپنے مخالف پر غالب آ چکا تھا لہٰذا اسے اب مراد کی مدد کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ ادھر مراد احمد نگر پہنچنے کے لئے گجرات سے روانہ ہو چکا تھا چنانچہ اس نے میاں منجوں سے احمد نگر کا قلعہ طلب کیا۔ شہزادہ مراد کے پہنچنے سے پہلے منجوں بڑا گھبرایا اپنے کئے پر پچھتایا اسے اس بات پر بڑا افسوس ہوا کہ اس نے خواہ مخواہ شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی اجازت دی چنانچہ اس کا سد باب کرنے کے لئے اس نے قلعے میں غلہ اور دیگر سامان کا معقول اور مناسب انتظام کیا اور اپنے ایک قابل اعتماد امیر انصار خان کو

قلعے کا نگران مقرر کر کے خود احمد نگر کے بادشاہ احمد شاہ کے ساتھ آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر اوسہ کی طرف روانہ ہوا ادھر جانے سے منجوں کا یہ مقصد تھا کہ وہاں پہنچ کر اپنے لشکر میں مزید اضافہ کرے گا اور اس لشکر کے ساتھ اکبر کے بیٹے مراد کی راہ روکنے کی کوشش کرے گا۔

میاں منجوں احمد نگر کے بادشاہ احمد شاہ کو لے کر پہلے قلعہ اوسہ پہنچا اس کی غیر موجودگی میں چاند بی بی نے ایک قدم اٹھایا چاند بی بی کو یہ تو اطلاع ہو چکی تھی کہ میاں منجوں احمد نگر کے بادشاہ احمد شاہ کو لے کر احمد نگر سے جا چکا ہے اور اپنی جگہ اس نے ایک شخص انصار خان کو قلعہ دار بنایا ہے چاند بی بی جانتی تھی کہ انصار خان میاں منجوں کا مخلص ہے اور اسی کا آدمی ہے اسے یہ خدشہ ہوا کہ دوسری طرف شہزادہ مراد بھی احمد نگر پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میاں منجوں کا آدمی انصار خان دھوکہ دے کر قلعے کو دشمن کے سپرد کر دے لہٰذا اس نے دشمن کی مدافعت خود کرنے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ چاند بی بی نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس کے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کی دایہ کا بیٹا میاں محب اللہ تھا اس محب اللہ کا ایک بیٹا محمد خان تھا یہ لوگ چاند بی بی اور اس کے خاندان کے بڑے جانثار اور بڑے نمک خوار تھے چنانچہ چاند بی بی نے حالات کو اپنے حق میں کرنے اپنے باپ کی نسل کے لڑکے بہادر خان کو احمد نگر کا حکمران بنانے اور میاں منجوں کے علاوہ اخلاص خان کی آمریت سے نجات حاصل کرنے کی خاطر اپنے کام کی ابتداء کی اور محب اللہ کے بیٹے محمد خان کو طلب کیا۔

محمد خان جب چاند بی بی کی خدمت میں حاضر ہوا تو چاند بی بی نے سب سے پہلے اس سے سوال کیا، کیا تم احمد نگر کے موجودہ قلعہ دار انصار خان کو قتل کر سکتے ہو۔

محب اللہ کے بیٹے محمد خان نے جب قلعہ دار انصار خان کو قتل کرنے کی حامی بھر لی تو چاند بی بی بڑی خوش ہوئی چنانچہ چاند بی بی کے کہنے پر محمد خان اس روز بڑی بہادری اور جرأت مندی کے ساتھ حرکت میں آیا اور اچانک انصار خان پر حملہ آور ہوا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا چاند بی بی کیونکہ بہادر شاہ بن ابراہیم نظام کے حق میں تھی اسے احمد نگر کا بادشاہ بنانا چاہتی تھی اب میاں منجوں جو احمد نگر کا کرتا دھرتا تھا وہ تو احمد نگر میں تھا ہی نہیں اس کے قلعہ دار انصار خان کا چاند بی بی نے خاتمہ کرا دیا لہٰذا ان حالات میں چاند بی بی نے بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کے غائبانہ خطبہ پڑھوا دیا۔

☆☆......☆......☆☆

اسی دوران 1004 ہجری جمادی الآخر کے مہینے کی تئیس تاریخ کو شہزادہ مراد ایک زبردست لشکر کو لے کر احمد نگر پہنچا شہر میں داخل ہوا نماز گاہ کے قریب اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا اب صورت حال یہ پیدا ہو گئی تھی کہ میاں منجوں احمد نگر سے باہر تھا احمد نگر شہر پر شہزادہ مراد کا قبضہ تھا اور احمد نگر کے قلعے پر چاند بی بی قابض تھی اس موقع پر شہزادہ مراد کے کچھ لشکری قلعے کا جائزہ لینے کے لئے قلعے کے قریب گئے تو چاند بی بی کے حکم پر اہل قلعہ نے چند توپیں سر کر کے گولے شہزادہ مراد کے لشکریوں کی طرف داغ دیئے جس سے وہ لشکری پیچھے ہٹ گئے تاہم شہزادہ مراد نے باغ ہشت بہشت میں قیام کیا اپنے لشکری کے ایک حصے کو اس نے رات بھر جاگتے ہوئے چوکنا رہنے کا حکم دیا تاکہ قلعے سے نکل کر کوئی مسلح گروہ اس پر شب خون مار کر اسے نقصان نہ پہنچائے۔

اگلے روز شہزادہ مراد نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اہل شہر کے ضرورت مندوں میں کچھ سامان تقسیم کیا اور ان کی خوب دلجوئی کی ساتھ ہی ان کے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ بھی کیا اس طرح وہاں کے لوگ اب پورا پورا بھروسہ مراد

پر کرنے لگے تھے دوسرے روز شہزادہ مراد اپنے سالاروں میں سے شاہ رخ خان، شہباز خان، محمد صادق، سید مرتضٰی سبزواری اور راجہ علی خان وغیرہ کے ساتھ حرکت میں آیا اور قلعے کا جائزہ لیتے ہوئے اس کا محاصرہ کر لیا۔

اس موقع پر حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک مغل سالار شہباز خان نے شہر کے کچھ حصوں میں لوٹ مار کرنے کی کوشش کی شہزادہ مراد کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے شہباز خان کو بہت برا بھلا کہا اور اسے تنبیہ کی کہ آئندہ شہر کے اندر اس قسم کی کوئی واردات نہ ہو اور ساتھ ہی اہل شہر کو اطمینان دلانے کے لئے لوٹ مار کرنے والوں کی ایک جماعت کو مراد نے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ احمد نگر کے حالات کیونکہ اب ابتر تھے ایک طرف میاں منجوں لشکر جمع کر رہا تھا دوسری طرف چاند بی بی اپنی پوری قوت کے ساتھ قلعے کے اندر محصور تھی تیسری طرف مراد لشکر لے آیا تھا اور ایسا اس نے احمد نگر کے لوگوں کی دعوت پر ہی کیا تھا اب تین طاقتیں متحرک تھیں لوگ خوفزدہ تھے کہ یہ ٹکراؤ ضرور ہوگا لہٰذا جانوں کا نقصان ہوگا اس بناء پر کچھ لوگ جو طاقت اور ذرائع رکھتے تھے احمد نگر چھوڑ کر محفوظ علاقوں کی طرف جانے لگے۔

اب احمد نگر میں چار گروہ کام کر رہے تھے ایک گروہ میاں منجوں کا تھا جس نے احمد شاہ کو بادشاہ بنا رکھا تھا دوسرا اخلاص خان کا جنہوں نے موتی نام کے شخص کو بادشاہ قرار دے رکھا تھا تیسرا گروہ حبشیوں کا تھا جس کا سربراہ آہنگ خان تھا اور انہوں نے نظام شاہی خاندان کے ایک سترہ سالہ لڑکے شاہ علی بن برہان شاہ کو بادشاہ تسلیم کر رکھا تھا چوتھا گروہ چاند بی بی کا تھا جو

بہادر شاہ کے حق میں تھی۔

اس موقع پر میاں منجوں نے تیز رفتار قاصد عادل شاہ کی طرف بیجاپور بھجوائے اور شہزادہ مراد کے خلاف اس سے مدد طلب کی۔ دوسری طرف چاند بی بی نے بھی اپنے قاصد بیجاپور ابراہیم عادل شاہ کی طرف بھجوائے اور اس نے بھی ابراہیم سے مدد طلب کی۔

اب چاند بی بی نے ایک اور کام کیا اس نے حبشیوں کے سربراہ آہنگ خان سے رابطہ قائم کیا جو اس وقت آٹھ ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ احمد نگر سے باہر تھا چاند بی بی نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا اور اسے یہ پیغام دیا کہ وہ کسی نہ کسی طرح مغل لشکر سے بچتا بچاتا احمد نگر کے قلعے میں اس کے پاس پہنچ جائے چنانچہ آہنگ خان مان گیا اور آٹھ ہزار کے ایک لشکر کو لے کر وہ احمد نگر کی طرف ہولیا۔

اس موقع پر اخلاص خان نے بھی فائدہ اٹھانا چاہا وہ بھی اس وقت اپنے حمایتیوں کے ساتھ احمد نگر سے باہر تھا اس نے بھی دولت آباد سے دس ہزار سواروں پر ایک شاندار لشکر جمع کر لیا اور ارادہ کیا کہ وہ شہزادہ مراد پر حملہ آور ہو کر اسے مار بھگائے گا چنانچہ دس ہزار کے لشکر کے ساتھ اخلاص خان حرکت میں آیا آگے بڑھا شہزادہ مراد نے اپنے ایک سالار دولت خان کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ اخلاص خان کا مقابلہ کرنے کے لئے بھجوایا اخلاص خان کی بدقسمتی کہ پانچ ہزار مغلوں نے دس ہزار کے اس کے لشکر کو بدترین شکست دی ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا باقی شکست اٹھا کر بھاگ گئے۔

اس موقع پر چاند بی بی نے ایک اور قدم اٹھایا اس نے تیز رفتار قاصد گولکنڈہ کی طرف بھجوائے اور وہاں کی قطب شاہی حکومت سے بھی مدد طلب کر لی اس لئے کہ وہاں چاند بی بی کی بہن بیاہی ہوئی تھی قطب شاہی اس کے رشتہ دار تھے اب ایک طرح سے شہزادہ مراد کے خلاف چاند بی بی نے بیجاپور کے علاوہ گولکنڈہ سے بھی مدد طلب کر لی تھی اس موقع پر بیجاپور کے حکمران ابراہیم عادل شاہ نے احمد نگر کے امراء کی طرف پیغام بھجوایا۔

اس وقت یہی بہتر ہے کہ تم لوگ آپس کے اختلافات کو مٹا کر متفقہ طور پر دشمن کا مقابلہ کرو اس کے بعد جو شخص حکومت کے قابل ہوگا زمام اقتدار اس کے ہاتھ میں دے دی جائے گی چنانچہ احمد نگر کے امراء نے ابراہیم عادل شاہ کے پیغام کو معقول سمجھا اور باہمی اختلافات کو ختم کر کے متحد ہو کر مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا ساتھ ہی ابراہیم عادل شاہ نے اپنے ایک سالار سہیل خان خواجہ سرا کی کمانداری میں ایک لشکر شہزادہ امراء کے خلاف احمد نگر کی مدد کے لئے روانہ کر دیا ابراہیم عادل شاہ کے کہنے پر احمد نگر کے امراء نے آپس میں اتفاق کر لیا چنانچہ اس وقت جو لشکر میاں منجوں کے پاس تھا اس کے ساتھ وہ ابراہیم عادل شاہ کے سالار سہیل خواجہ سے جا ملا اب بیجاپور سے تو ایک لشکر چاند بی بی کی مدد کے لئے آ گیا تھا اسی دوران گولکنڈہ کے حاکم محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے بھی ایک لشکر چاند بی بی کی مدد کے لئے پہنچ گیا اور اس لشکر کی کمانداری مہدی قلی کر رہا تھا اس لشکر کی تعداد بھی لگ بھگ چھ ہزار کے قریب تھی۔ اس طرح اس متحدہ لشکر کے ساتھ ابراہیم عادل شاہ کا سالار سہیل خان

احمد نگر کے قریب خیمہ زن ہوا۔

شہزادہ مراد کو بھی احمد نگر کے سارے حکمرانوں کے جمع ہونے اور اتفاق کرنے کی خبر مل گئی تھی چنانچہ اس نے اپنے سالاروں سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ قلعے کی فصیل کے نیچے نقبیں کھودنے اور حصار کی دیوار کو مسمار کرنے کی کوشش کی جائے اس طرح قلعے کو فتح کیا جا سکتا ہے۔

شہزادے کو یہ رائے بہت پسند آئی اس نے کام کو پورا کرنے کا حکم دیا چنانچہ مغلوں نے بڑی احتیاط اور کمال ہنرمندی کے ساتھ نقبیں کھودیں اور پانچ نقبیں کھود کر اور انہیں تیار کر کے رجب کی پہلی تاریخ کو ان نقبوں کو بارود سے بھر کر رکھ دیا۔

چنانچہ مغلوں نے نماز جمعہ کے بعد ان نقبوں کو آگ لگا دینے اور دشمن کو نذر آتش کر دینے کا ارادہ کیا مغلوں کا سالار محمد خان شیرازی اس موقع پر حرکت میں آیا اس نے شہزادہ مراد اور مغلوں کے لشکر سے غداری کی اور خفیہ طور پر اہل قلعہ کو اطلاع کر دی کہ مغلوں نے پانچ نقبیں لگا کر انہیں تباہ و برباد کرنے کے لئے ان کے اندر بارود بھر دیا ہے۔

اہل قلعہ نے شیرازی کا شکریہ ادا کیا اور جہاں جہاں محمد خان شیرازی نے نشاندہی کی تھی چاند بی بی کے حکم پر وہاں زمین کھودنے اور نقبوں کو بے کار کرنے میں مصروف ہو گئے چنانچہ جمعہ کی نماز کے وقت تک دو نقبوں کا سراغ لگا لیا گیا اور ان کے اندر سے سارا بارود نکال دیا گیا اس کے بعد دوسری نقبوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔

جمعہ کی نماز کے بعد مغلوں نے قلعے کا محاصرہ کرلیا انہیں امید تھی کہ جونہی نقبوں میں آگ لگے گی قلعے کی دیوار میں شگاف ہوگا اور اس وقت وہ حملہ آور ہوجائیں گے چنانچہ مراد کے حکم سے تمام سالار جنگ کے لئے تیار ہوکر قلعے کے قریب آگئے۔

شہزادہ مراد نے نقبوں کو آگ لگانے کا حکم دیا اسی وقت قلعے کے لوگ ایک اور نقب کو تلاش کر کے اس میں سے بارود نکال رہے تھے اس دوران مغلوں نے اس نقب کو آگ لگادی قلعے کی دیوار ٹکڑے ٹکڑے ہوکر اڑنے لگی تقریباً پچاس گز دیوار ٹوٹ گئی اور وہ تمام لوگ جو نقب کے قریب کام کررہے پتھروں اور مٹی کے نیچے آکر ہلاک ہوگئے۔ چاروں طرف ایک کہرام برپا ہوگیا اس صورت حال نے چاند بی بی اور اس کے سالاروں کو حواس باختہ کردیا تھا۔

قلعے کی دیوار گرنے کے باوجود چاند بی بی نے حوصلہ نہ ہارا اسے جب اس واقعے کی اطلاع دی گئی تو جرات مندانہ اور باحوصلہ چاند بی بی خود مسلح ہوکر پردے سے باہر آگئی گھوڑے پر سوار ہوکر اس جگہ جا پہنچی جہاں دیوار میں شگاف ہوا تھا اس وقت احمد نگر کے سالاروں میں سے مرتضٰی خان، آہنگ خان اور شمشیر خان وغیرہ وہاں موجود تھے۔

دوسری طرف شہزادہ مراد اور اس کے سالار اس انتظار میں تھے کہ دوسری نقبوں کو بھی آگ لگے وہ بھی پھٹیں دیوار گرے اور وہ اپنے کام کی ابتداء کریں اسی دوران چاند بی بی نے ایک جرأت مندانہ قدم اٹھایا اس نے توپوں،

بندوقوں، آتش بازی سے مغلوں کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا چنانچہ چاند بی بی کے حکم پر اہل قلعہ نے مغلوں پر آگ کی بارش کرنی شروع کر دی ساتھ ہی ساتھ چاند بی بی کے حکم پر دیوار کا وہ حصہ جو گرا تھا اس کی مرمت کا کام بھی بڑی تیزی سے شروع کر دیا گیا تھا نماز جمعہ کے بعد شام تک گھمسان کا رن پڑا اور چاند بی بی نے بہترین کمانداری کرتے ہوئے مغلوں کو اس شگاف سے قلعے میں داخل نہ ہونے دیا یہاں تک کہ رات پڑ گئی مغل اپنے پڑاؤ کی طرف چلے گئے اب حالت یہ تھی کہ مغلوں کے لشکر کا ہر چھوٹا بڑا چاند بی بی کی تعریف کرنے لگا سب اس کی شجاعت اور دلیری کے قائل ہو گئے ہر شخص اس کی بلند ہمتی کی توصیف کرنے لگا اور اس روز سے چاند بی بی کو چاند سلطانہ کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

رات ہوئی تو چاند بی بی نے حسب سابق گھوڑے پر سوار ہو کر ماہر اور مستعد کاریگروں اور معماروں کو حکم دیا کہ وہ حصار کی دیوار کے شگاف کو دو یا تین گز کے قریب پر کر دیں اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد قلعے کے انتظامات میں لگ گئی۔

اب مغلوں کی حالت ابتر ہونے لگی ان کے لشکر میں جانوروں کے لئے جہاں چارہ بالکل ختم ہو گیا وہاں ضروریات کی دوسری اشیاء کا بھی قحط پڑنے لگا ساتھ ہی انہیں یہ بھی خبریں ملیں کہ بیجاپور کا سالار سہیل خان ایک بہت بڑا متحدہ لشکر لے کر ان سے ٹکرانے کے لئے آ رہا ہے ان حالات میں صلح صفائی کی گفتگو ہونے لگی۔ چنانچہ ان حالات میں شہزادہ مراد کی طرف سے ایک شخص

سید مرتضیٰ کو جو نظام شاہی بارگاہ کا بہت پرانا نمک خوار تھا متعین کیا گیا اور صلح کی گفتگو کا ارادہ ظاہر کیا چاند بی بی نے جب دشمن کی خستہ حالی اور پریشانی کا اندازہ کیا تو اس نے پہلے تو انکار کر دیا لیکن آخر اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ موجودہ حالات میں جنگ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے اگر مغلوں کو کہیں نہ کہیں سے چارہ یا خوراک مل گئی تو پھر احمد نگر کے لئے بدبختیوں کی ابتداء ہو جائے گی چنانچہ چاند بی بی نے مغلوں سے صلح کر لی اس صلح کے لئے مغلوں نے یہ شرط رکھی تھی کہ چاند بی بی برار کا علاقہ مغلوں کو دے دے چاند بی بی نے اسے تسلیم کر لیا۔

اس صلح کے بعد شہزادہ مراد اپنے پورے لشکر کو لے کر احمد نگر سے ہٹ گیا۔ دولت آباد پہنچا وہاں سے کوتل چتوڑ کے راستے وہ برار کی طرف چلا گیا اس کے جانے کے دو تین روز کے بعد بیجاپور کے لشکر کا سالار سہیل خان گولکنڈہ کے حکمران کا سالار محمد قلی خان سلطان میاں منجوں اور دیگر سالار بھی متحدہ لشکر لے کر احمد نگر پہنچ گئے اور میاں منجوں نے اپنی ہٹ دھرمی کو قائم رکھتے ہوئے حسب سابق احمد شاہ کو احمد نگر کے تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے چاند بی بیؒ کے طرف دار سالار آہنگ خان نے احمد شاہ کو قلعے سے باہر نکال دیا اور میاں منجوں کو قلعے میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی اس کے بعد آہنگ خان نے چاند بی بی کی خواہش کے مطابق بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کو اسیری کی حالت سے نکالا اسے احمد نگر منگوایا اور اسے احمد نگر کا حکمران بنا کر اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا۔

اس موقع پر میاں منجوں کوئی بڑا قدم اٹھانا چاہتا تھا کہ ایک قاصد بیجانگر کے حکمران ابراہیم عادل شاہ کی طرف سے پہنچا اور اس نے میاں منجوں کو یہ پیغام دیا۔

اس فتنہ انگیز زمانے میں جنگ وجدال کا ارادہ کرنا ملک کی تباہی کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے تم سب معاملات کو فی الحال اٹھا رکھو اور جلد از جلد میرے سالار سہیل خان کے ساتھ بیجانگر پہنچو تا کہ باہمی غور وفکر اور تحقیق کے حل کے بعد کوئی قدم اٹھایا جائے۔

میاں منجوں دانش مند امیر تھا اس نے عادل شاہی حکم کی تعمیل کی اور بیجاپور چلا گیا۔ دوسری طرف بیجاپور کے حکمران ابراہیم عادل کو اس امر کا یقین ہو گیا تھا کہ احمد شاہ نظام شاہی نسل سے نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے احمد شاہ کو اپنے امراء کے گروہ میں شامل کر کے اسے ایک علاقے کا جاگیردار مقرر کر دیا اس طرح میاں منجوں اور اس کے بیٹے میاں حسین کو بھی اپنے امیروں کی صف میں شامل کر کے انہیں بھی جاگیروں سے نوازا۔ اس طرح میاں منجوں اور احمد شاہ کا فتنہ دب گیا۔

چاند بی بی کی جرأت مندی اور اس کی کوششوں سے بہادر شاہ احمد نگر کے تخت پر جلوہ افروز ہوا اور اس کا دایہ زاد محمد خان پیشوائی کے منصب پر فائز ہوا اس محمد خان نے آہستہ آہستہ سارے عہدوں پر اپنے رشتہ داروں کو مقرر کرنا شروع کر دیا اور طاقت وقوت پکڑتے ہوئے اس نے چاند بی بی کے سالاروں میں سے آہنگ خان اور شمشیر خان جیسے نامی گرامی امراء کو نظر بند کر دیا دوسرے

سالاروں اور امراء نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے چاند بی بی یہ حالت دیکھ کر بڑی پریشان ہوئی اس نے عادل شاہ سے محمد خان کے خلاف مدد طلب کی اور اسے پیغام دیا۔

اس پر آشوب زمانے میں جبکہ ایک طاقتور دشمن ہماری تباہی اور بربادی کے لئے مستعد ہے ہمارے ملک کے امراء عاقبت نااندیشی کا ثبوت دے رہے ہیں اور ہر لمحہ ایک نیا ہنگامہ پیدا کر رہے ہیں، اگر آپ نے اس طرف توجہ فرما کر ان امراء کی سرزنش نہ کی تو ملک کا باقی حصہ بھی مغلوں کے قبضے میں چلا جائے گا چنانچہ چاند بی بی کی مدد کے لئے ابراہیم نظام شاہ نے اپنے سالار سہیل خان کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا۔

یہ لشکر محمد خان پر حملہ آور ہوا محمد خان کو گرفتار کر کے چاند بی بی کی خدمت میں پیش کیا گیا چاند بی بی نے آہنگ خان کو پیشوائی کے منصب پر مقرر کیا اور ابراہیم شاہ کے سالار سہیل خان کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے واپس جانے کی اجازت دے دی۔

واپس جاتے ہوئے سہیل خان کو پتہ چلا کہ مغلوں اور چاند بی بی کے درمیان صلح اس بات پر ہوئی تھی کہ برابر کا علاقہ مغلوں کے حوالے کیا جائے گا لیکن مغلوں نے برابر کے ساتھ ساتھ اس سے ملحقہ پاتری کا علاقہ بھی اپنے قبضے میں کر لیا ہے اس نے اس معاملے کی اطلاع چاند بی بی کو دی چنانچہ چاند بی بی نے اپنے قاصد بیجاپور ابراہیم نظام شاہ کے پاس بھجوائے اور اس سے التماس کی کہ وہ پاتری کے علاقے سے مغلوں کو نکالنے میں اس کی مدد کرے

چنانچہ ابراہیم عادل شاہ نے سہیل خان کو مغلوں سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے مقرر کیا ساتھ ہی چاند بی بی ہی کی درخواست پر گولکنڈہ کے حکمران کی طرف سے بھی مہدی قلی سلطان کی کمانداری میں ایک لشکر پہنچ گیا ان دونوں لشکریوں کی مدد کے لئے چاند بی بی نے احمد سے ہی ساٹھ ہزار سواروں پر مشتمل ایک جرار لشکر مغلوں کا مقابلہ کرنے کے لئے پاتری کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

جس وقت مغلوں پر حملہ آور ہونے کے لئے تین بہت بڑے لشکر جمع ہو رہے تھے جن میں سے ایک لشکر بیجا نگر کا دوسرا گولکنڈہ کا تیسرا احمد نگر کا اس وقت شہزادہ مراد کے ماتحت مغلوں کے لشکر سپہ سالار خان خاناں جالنہ کے مقام پر لشکر کے ایک حصے کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا جبکہ خود شہزادہ مراد لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ شاہ پور کے مقام پر قیام کئے ہوئے تھا ان حالات میں خان خاناں نے شہزادہ مراد کو تو شاہ پور ہی میں رہنے کے لئے کہا اس نے ارادہ کیا کہ وہ اکیلا ہی تینوں متحدہ قوتوں سے ٹکرائے گا اور انہیں مار بھگائے گا۔ چنانچہ بیس ہزار سواروں کے ساتھ وہ مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھا دوسری طرف حالت یہ تھی کہ متحدہ لشکر میں صرف ساٹھ ہزار سوار تو چاند بی بی ہی کے تھے جبکہ سہیل خان اور مہدی قلی خان کے لشکر بھی اتنے ہی تھے اس قدر لشکر جس کی تعداد لاکھوں پر تھی اس کا مقابلہ بیس ہزار سواروں کے ساتھ کرنا خان خاناں کی غلطی تھی۔

ٹکراؤ شروع ہوا تو حیرت کی بات یہ کہ خان خاناں نے بیس ہزار لشکر کے

ساتھ اپنے پہلے ہی حملے میں گولکنڈہ اور چاند بی بی کے لشکر پر ضرب لگا کر انہیں فرار ہونے پر مجبور کر دیا اس موقع پر سہیل خان جو بیجاپور کا سالار تھا وہ حرکت میں آیا اس نے دوسری سمت سے شجاعت کا ناقابل فراموش مظاہرہ کرتے ہوئے مغلوں پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں خان خاناں کو شکست ہوئی لیکن جواب میں خان خاناں نے بھی جرأت مندی کا مظاہرہ کیا پسپا ہو کر وہ مناسب جگہ اپنے لشکر کے ساتھ ہو بیٹھا۔

پھر خم ٹھونک کر سہیل خان کے مقابل آیا دونوں میں خوفناک ٹکراؤ ہوا جس کے نتیجے میں خان خاناں نے بیجاپور کے سالار سہیل خان کو بدترین شکست دی اور سہیل خان شکست اٹھا کر قلعہ شاہ درک بھاگ گیا جبکہ گولکنڈہ اور نظام شاہی لشکر پہلے ہی خان خاناں کے ہاتھوں شکست اٹھا کر اپنے اپنے علاقوں کی طرف بھاگ چکے تھے۔

ان حالات میں مراد خان نے خان خاناں کو مشورہ دیا کہ ہمیں آگے بڑھ کر احمد نگر پر قبضہ کر لینا چاہئے لیکن خان خاناں کا خیال تھا کہ پہلے برار کے علاقے کو مستحکم کرنا چاہئے پھر آگے بڑھنا چاہئے مراد اور خان خاناں کے ان اختلافات کی وجہ سے اکبر نے خان خاناں کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ شیخ ابو الفضل کو دکن کی طرف روانہ کیا۔

اسی دوران چاند بی بی اور اس کے سالار آہنگ خان کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہو گیا آہنگ خان چاند بی بی کو ایک طرف کر کے احمد نگر کے بادشاہ بہادر شاہ کو اپنے قبضے میں کر کے سارے اختیارات اپنی مٹھی میں رکھنا چاہتا تھا

چنانچہ چاند بی بی نے اسے حکم دیا کہ وہ قلعے میں داخل نہ ہوا کرے۔ قلعے سے باہر رہ کر اپنی دیوان داری کے فرائض انجام دیا کرے چند روز تک تو آہنگ خان نے چاند بی بی کے اس حکم کی تعمیل کی لیکن بعد میں وہ سرکشی پر اتر آیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا اس کے اور چاند بی بی کے درمیان ٹکراؤ شروع ہو گیا۔

ان حالات کی خبر جب بیجاپور کے حکمران ابراہیم عادل شاہ کو ہوئی تو اس نے چاند بی بی اور آہنگ خان کے درمیان اختلافات کو ختم کرانے کی کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا روز بروز آہنگ خان کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا اسی دوران خان خاناں اور شہزادہ مراد کے درمیان اختلافات کی وجہ سے اکبر نے خان خاناں کو واپس بلا لیا آہنگ خان خاناں سے ڈرتا تھا اس لئے کہ وہ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا خان خاناں کے جانے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ جیر کے مضبوط اور مستحکم قلعے پر قبضہ کرے وہاں اپنی قوت جمع کرنے کے بعد چاند بی بی پر ضرب لگائے گا اور احمد نگر پر قبضہ کرے گا چنانچہ احمد نگر سے نکل کر جیر کے قلعے کی طرف روانہ ہوا اس قلعے میں اس وقت خان خاناں کے بعد ایک چھوٹا مغل سالار شیر خواجہ تھا وہ آہنگ خان کا مقابلہ نہ کر سکا اور آہنگ خان نے آگے بڑھ کر جیر کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔

اسی دوران دکن میں اکبر کے بیٹے شہزادہ مراد کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد اکبر نے شیخ ابوالفضل کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ دوبارہ خان خاناں کو روانہ کیا اور اس کے ساتھ اپنے دوسرے بیٹے دانیال کو دکن کے حالات درست کرنے کے لئے روانہ کیا۔

ایسا کرنے کے بعد خود اکبر بھی خان خاناں اور اپنے بیٹے دانیال کے پیچھے پیچھے ایک لشکر لے کر دکن کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

خان خاناں اور دانیال نے آگے بڑھ کر احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور ان کے پیچھے پیچھے اکبر بھی ادھر ہی کا رخ کر رہا تھا ان حالات کی خبر جب چاند بی بی کو ہوئی تو اس نے اپنے ایک سالار حیتہ خان خواجہ سرا کو بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آہنگ خان اور دوسرے امیروں کی سرکشی اور ہنگامہ خیزی کا یہ نتیجہ ہے کہ دانیال اور خان خاناں نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا ہے اور ان کے پیچھے پیچھے شہنشاہ اکبر بذات خود دکن کی طرف آ رہا ہے ظاہر ہے اب ہمارا قلعہ چند دنوں میں فتح ہو جائے گا۔

اس پر حیتہ خان نے چاند بی بی کو مخاطب کر کے کہا۔

اب تک جو کچھ ہوا اس کا غم کرنا بیکار ہے اس وقت کیا کیا جائے آپ جو چاہیں گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔

چنانچہ چاند بی بی نے کہا میرا خیال ہے کہ ہمیں یہ قلعہ فوراً شہزادہ دانیال کے سپرد کر کے اپنی عزت اور جان کو بچانا چاہئے اس کے بعد جنیر کے قلعے کی راہ لینی چاہئے اور وہاں پہنچ کر حالات کا انتظار کرنا چاہئے۔

چاند بی بی کی زبان سے یہ کلمات سن کر حیتہ خان زور شور سے شور کرنے لگا سب لوگوں کو آواز دے کر کہنے لگا۔

چاند بی بی نے اکبری امراء سے ساز باز کر کے قلعہ شہزادہ دانیال کے

حوالے کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔

چاند بی بی کا یہ فیصلہ سن کر لوگ بہت ناراض ہوئے اور بغیر کچھ سوچے سمجھے مسلح ہو کر حرم سرا میں داخل ہوئے اور انہوں نے چاند بی بی پر حملہ آور ہو کر بڑی بے رحمی سے اسے قتل کر دیا۔

اتنی دیر تک شہزادہ دنیال اور خان خاناں احمد نگر پر حملہ آور ہوئے۔ قلعے کو انہوں نے فتح کر لیا احمد نگر کا حکمران بہادر شاہ کے علاوہ جو بھی ان کے سامنے آیا موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حمید خان جس کے کہنے پر چاند بی بی کو ہلاک کیا گیا تھا اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اتنی دیر تک اکبر بھی اپنے حصے کا لشکر لے کر برہان پور پہنچ چکا تھا چنانچہ احمد نگر پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا اور احمد نگر کے بادشاہ بہادر شاہ کو گرفتار کر کے اکبر کے پاس برہان پور پہنچا دیا گیا۔ یوں احمد نگر اور اس کے ساتھ چاند بی بی کا انجام ہوا۔

☆☆......ختم شد......☆☆

غوث الاعظمؒ کی زندگی کے معمولات، عبادتیں،
مشاہدے، تصانیف وکلام اور کرامات پر مبنی کتاب
مرتب
شہاب شیخ
غوث الاعظمؒ
حضرت غوث پاکؒ کی ساری زندگی مسلمانوں کے لیے
مشعل راہ ہے۔ آپؒ نے جس ذوق وشوق سے علم حاصل کیا
اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کسی مسلمان میں کس طرح کا
ذوق وشوق حصول علم کے لیے ہونا چاہیے۔ آپؒ نے زندگی
میں بہت سختیاں جھیلیں اور فاقہ کشی بھی کی، اس سے یہ سبق
حاصل ہوتا ہے کہ ہمیں کس طرح حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے
آپؒ نے ہمیشہ حقائق کی بات کی خوف خدا کے علاوہ کسی اور
کے خوف کو دل میں جگہ نہیں دی۔ غرض آپؒ کی حیات
مبارکہ ہر مسلمان کے لیے قابل تقلید ہے۔ آپؒ کے نقش پا پر
چل کر کوئی بھی مسلمان دنیا وآخرت میں فلاح پاسکتا ہے۔
مجلد قیمت
-/75 روپے
اپنے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں یا اپنے آرڈر کے مطابق بذریعہ وی پی منگوائیں
شمع بک ایجنسی
نوید اسکوائر
اردو بازار
کراچی
فون نمبر: 021-2773302

خواجہ غریب نوازؒ کی زندگی کے معمولات، مشاہدے، کلام اور کرامات پر مبنی کتاب
خواجہ غریب نوازؒ
آپؒ اللہ کے بہت برگزیدہ بندے، بہت ہی کشف و کرامات کے مالک اور پہنچے ہوئے ولی ہیں۔ آپؒ کی آمد سے پہلے ہندوستان کے حالات بڑے دگرگوں تھے۔ اسلام کا کوئی نام لیوا نہیں تھا اور اگر کہیں مسلمانوں کا ذکر چل پڑتا تو ہندو نفرت، حقارت اور دشمنی سے مسلمانوں کی طرف دوڑ پڑتے تھے۔ اس وقت کا ہندوؤں کا مشہور راجہ رائے پتھورا جو کہ مسلمانوں کے لیے بہت ہی ظالم وسفاک تھا۔ اس دور میں ہندوستان میں آپؒ کی آمد اہل مسلمان کے لیے روشنی کی کرن ثابت ہوئی۔
مرتب —— شہاب شیخ
مجلد قیمت -/75 روپے
اپنے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں یا اپنے آرڈر کے مطابق بذریعہ وی پی منگوائیں
شمع بک ایجنسی کراچی
نوید اسکوائر
اردو بازار
فون نمبر: 021-2773302

☆ آپؓ کا اصل نام "عبد عمرو" تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے "عبدالرحمٰن" رکھا۔

☆ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف مدینہ ہجرت کر کے پہنچے تو ان کے پاس مال کی صورت میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اسلام کی برکت سے پورے مدینہ کے سب سے مال دار صحابی بنے۔ ان کے مال کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ انتقال کے وقت چار بیوہ چھوڑی تھیں۔ ان چاروں کے نان نفقہ میں ایک کروڑ کا مال حصہ میں آیا تھا۔ سونے کی اینٹیں کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئی تھیں۔

☆ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بہت رویا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تھی جس کا ترجمہ ہے کہ "مال دار، غریب سے پانچ سو سال بعد جنت میں داخل ہوں گے۔"

☆ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف وہ صحابی ہیں جن کی آنکھوں کے سامنے دو ننھے بچوں نے دشمن رسولؐ (ابو جہل) کو اس دار فانی سے کوچ کرانے میں مدد کی تھی۔

اس کتاب میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے حالات زندگی کے بارے میں بہت سی معلومات اور ایمان افروز واقعات قلمبند کیے گئے ہیں جسے ہر مسلمان کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔

عالم اسلام کے عظیم فاتح
حیدر علی
تاریخ عالم کی اہم شخصیات
ہلاکو خان
عالم اسلام کے عظیم فاتح
صلاح الدین ایوبی
عالم اسلام کے عظیم فاتح
ٹیپو سلطان